

# معصوموں کا ستارہ

شہزادہ علی اصغر کی شہادت پر  
فرانسیسی شاعر الیکزینڈر گنیل کا خراج عقیدت

ترتیب

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

French Poet  
(MONSIEUR ALEXANDRE GUINLE)

فرائسی شاعر مسیو الیکزینڈر گنل



جن کو فرنچ اکیڈمی کی طرف سے  
شاعری کا اعلیٰ تمغہ پیش کیا گیا

# مخصوصوں کی ستارہ

شہزادہ علی اصغر کی شہادت پر  
فرانسیسی شاعر الیکزینڈر گنیل کا خراج عقیدت

French Poet  
MONSIEUR ALEXANDRE GUINLE

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

## جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	معصوموں کا ستارہ (شہزادہ علی اصغر)
ترتیب و تدوین	علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی
اشاعت	اول (۱۴۳۰ھ بمطابق ۲۰۰۹ء)
تعداد	ایک ہزار
کمپوزنگ	ریحان احمد
قیمت	۳۰۰ روپے
ناشر	مرکز علوم اسلامیہ
	I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشن اقبال، بلاک-11
	کراچی۔ فون: 0213-4612868
	0300-2778856

..... ﴿ کتاب ملنے کا پتہ ﴾ .....

## مرکز علوم اسلامیہ

I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشن اقبال

بلاک-11 کراچی فون: 0213-4612868

website: www.allamazameerakhtar.com

## ..... ان آنکھوں نے کیا کیا دیکھا

یہی سنتے آئے تھے کہ شیعہ حضرات بہت مہذب اور باادب ہوتے ہیں۔ شیعوں نے کبھی اہل سنت پر حملہ نہیں کیا بلکہ کسی بھی عبادت خانے پر کسی فرقے پر کبھی حملہ نہیں کیا، تاریخ شیعیت کا انوکھا اور پہلا واقعہ ۱۳ ارفرم مطابق ۹ فروری ۲۰۰۹ء شہادتِ حضرت سیکنہؑ کے روز جامعہ سبطین گلشن اقبال کراچی، کا ہے جس میں شیعہ حضرات نے خود ہی مجلس عزاء اور امام بارگاہ پر حملہ کر دیا۔

ممبر کے دونوں جانب لگے حضرت عباسؑ کے علم توڑ کر نیچے پھینک دیئے۔ ممبر پر لاتیں ماریں سوز خوان، سلام خوان، ذاکر حسینؑ اور سامعین عزاداروں پر حملہ آور ہوئے اور خواتین عزاداروں کی بے حرمتی کی گئی۔ امام باڑے کے دروازے پر لاتیں ماریں فریضہ عزاکا تقدس پامال کر دیا گیا ان تمام لوگوں کا تعلق شیعہ دینی مدرسوں سے تھا۔ ان طلباء کی مدد کے لیے کچھ شیعہ ادارے بھی شامل ہو گئے۔ شاہ راہ عام پر ہنگامہ برپا تھا اور راستے کا اہل سنت کا مجمع شیعوں پر ہنس رہا تھا۔

سر شرم سے جھک گیا ہے۔ ایک سال ہو گیا اب تک تفتیش کے باوجود اس سانحہ کی وجوہات کا علم نہیں ہو سکا اگر کسی صاحب کو اس کا علم ہو تو ہمیں اطلاع ضرور دیں کہ اس سازش کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے اور ایسا کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔

ادارہ مرکز علوم اسلامیہ حضرت عباسؑ کے معجزے کا منتظر ہے۔

مترجم کے قلم سے!

## معصوموں کا ستارہ

آج سے چند سال پیشتر جبکہ جرمنی کی تقسیم کے مسئلہ میں روس اور اس کے حریفوں کے درمیان سخت کشمکش پیدا ہو گئی تھی اور طرفین کا اختلاف انتہائی نازک صورت اختیار کر چکا تھا جنگ کی سیاہ اور گھنگھور گھٹائیں اُفق مغرب پر چھائی ہوئی عالم کو تیرہ و تار بنانے اور اپنے برق و رعد سے جرمن امن و عافیت کو جلا کر خاکستر کر دینے کی دھمکیاں دے رہی تھیں۔ تیسری جنگ عظیم کے بھیا تک تصورات دلوں کو دھلا رہے تھے، ہر طرف الامان والحفیظ کی صدائیں بلند تھیں، ہر صاحب فکر، جنگ کو دنیا سے مٹانے اور آنے والی تباہی و بربادی کی ڈراؤنی اور ناپاک تحلیل کو انسانی قلب و دماغ سے باہر کرنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ اسی پُر آشوب زمانہ میں فرانس کے ایک ممتاز فاضل نے لاکھوں بچوں کی دستخطوں سے امن و امان کی ایک درخواست یو، این، او، کو پیش کی۔ مجھ کو یہ بات بہت پسند آئی اور میں نے بچوں کو شاباشی دینے اور فاضل موصوف کا استحسان کرنے کی غرض سے ایک مقالہ تحریر کیا جس کا تلخیص یہ تھا۔

انسانیت اس وقت انتہائی پر آشوب دور سے گزر رہی ہے۔ گزشتہ جنگ عظیم کے اثرات ابھی دنیا سے محو نہیں ہوئے ہیں کہ نوع بشر تیسری عالمگیر جنگ کے شعلے بھڑکانے کے لئے آمادہ اور مستعد نظر آتی ہے۔

تعمیر کے بہانے تخریب کی تیاریاں ہو رہی ہیں، بنی آدم کی فلاح و بہبود کے نام سے لڑائیاں جگائی جا رہی ہیں، ایسا دکھائی دیتا ہے کہ خاکی گلوب کے بسنے والی مخلوق اپنے ہاتھوں اپنی عافیت کھوپچکی ہے اور تہذیب و تمدن کا دعویٰ انسان ترقی کی راہ میں جو قدم آگے بڑھاتا ہے وہی اس کو انسانیت کے مقام میں چند قدم پیچھے دھکیل دیتا ہے، انسان کی حرص و آرزو کے خلاف عالم کا ذرہ ذرہ صدائے احتجاج بلند کرتا ہے اور دنیا کا گوشہ گوشہ فریاد اور لغیث کی آوازوں سے گونج رہا ہے، ہماری خود غرضی نے اب ہماری یہ نوبت پہنچائی ہے کہ ہمارے معصوم بچے ہم سے تنگ آ کر امن و امان کی درخواست لے کر ہمارے سامنے پیش ہو رہے ہیں۔ کیا کہنا ان معصوم بچوں کا جو اپنی صبح زندگی میں نوع بشر کی ایسی عظیم خدمت کے لئے میدانِ عمل میں آئے اور کیا کہنا ان والدین کا جنہوں نے ایسے بچے تربیت کئے جو ایسے آڑے وقت میں انسانیت کی حقیقی فلاح و بہبود میں کام آنے کے قابل ثابت ہوئے۔

بچوں کی یہ پیاری اپیل اگر ایک طرف بلاشبہ دلوں کو موہ لینے والی، تو دوسری طرف تمام نوع بشر کے لئے انتہائی شرم و ندامت کی حامل ہے، اس لئے کہ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان کے قوائے ادراک اب اس درجہ موؤف و مفلوج ہو چکے ہیں کہ ننھے ننھے بچے اپنے معصوم ہاتھوں کو بلند کر کے انسان کو اس کا فرض

سمجھانے اور امن و عافیت کے متعلق اس کا بھولا ہوا سبق یاد دلانے آئے ہیں۔  
 ۱۰ بچوں کی اس اپیل سے میں بہت زیادہ متاثر ہوں جس کا باعث یہ ہے کہ  
 میرے دل کی تہوں میں ایک زخم پوشیدہ ہے۔ جو کبھی رچھنے والا نہیں ہے۔ یہ گہرا  
 ناسور بچوں کی ایک مختصر جماعت کی ایک غضبناک داستان سے پیدا ہوا ہے  
 جنہوں نے آج سے تیرہ سو برس پہلے دنیا کے امن و امان کی خاطر قربانی کا ایک  
 فقید المثال اور غیر فانی منظر پیش کیا ہے۔

آگے چل کر اپنے مقالہ میں بچوں کی اپیل کی تائید مزید کی غرض سے میں  
 نے کربلا کے پیاسے معصوموں کی داستان غم کو فرنیچ قارئین کے لئے کسی قدر  
 تفصیل سے دہراتے ہوئے عصر حاضر کے بچوں کو دعا دی تھی کہ خداوند عالم کربلا  
 والوں کے نام پر ان کو ان کے مقدس مشن میں کامیابی عطا فرمائے اور ایسا ہو کہ  
 آج کے بچے جب دنیا کی قیادت سنبھالنے کے قابل ہوں تو ارضی گلوب سے ظلم  
 و جور کا نام مٹ جائے اور ہر طرف دنیا میں عدل و انصاف اور اخوت و محبت کا  
 دور دورہ ہو، کیونکہ وہ تو پہلے ہی سے امن و عافیت کے والد و شیدار ہے ہیں اور اپنی صبح  
 زندگی میں اتحاد و اخوت کے پیغامبر ہو کر اپنے بزرگوں کے سامنے آچکے ہیں۔

میرے فرانسسی دوستوں نے اس مناسب وقت مقالہ کو بہت پسند کیا۔ ایک  
 فاضل دوست نے جو فرنیچ منشر قین میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں، یہ تجویز پیش کی کہ  
 اس مقالہ کو کسی جریدے میں شائع کرنے کے بجائے ان کو اجازت دی جائے  
 کہ یہ مقابلہ اور بعض دوسری تحریر میں جو اسی زمانہ میں نے امن عالمی کے  
 سلسلہ میں لکھی تھیں، ایک انٹرنیشنل کانفرنس میں جو انہیں دنوں پیرس میں ہونے



والی تھی وہ میری جانب سے پڑھیں جس کے لئے انہوں نے مجھے فرمائش کی کہ میں اپنی سوانح حیات بھی اُن کو لکھ کر دوں۔

میرے دوست کی یہ تجویز تمام تر مخلصانہ تھی مگر سوانح حیات لکھنے کی ذمہ داری میرے اوپر عائد کر کے انہوں نے مجھ کو ایک الجھن میں ڈال دیا اور نتیجہ میں یہ بات یوں ہی رہ گئی۔

لیکن اس واقعہ کی تلافی اس طرح ہوئی کہ اسی زمانہ میں فرانس کے نامی شاعر مسیو الیگزینڈر گنٹل کا مجھ سے تعارف ہوا اور دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔ الیگزینڈر گنٹل فرانس کے چیدہ اور مایہ ناز شعرا میں سے ایک ہیں۔ ان کو فرنجی اکیڈمی نے شاعری کا سب سے اعلیٰ تمغہ پیش کیا ہے۔ ان کی نظمیں فرانس میں بڑی مقبولیت رکھتی ہیں۔

میرے دوست کو میرا موضوع بہت پسند آیا، قربانی کا شاندار کارنامہ جو معصوم بچوں نے کر بلا میں پیش کیا اس نے ان کو اس درجہ متاثر کیا کہ آخر انہوں نے اس موضوع کو اپنا لیا اور کھت کافی وقت و دماغ اس شاہکار پر خرچ کیا جس کا اردو ترجمہ آج آپ کی خدمت میں پیش ہو رہا ہے۔

مغربی شاعر کے لئے یہ موضوع بالکل نیا تھا مگر باکمال، سخنور نے اس موضوع میں ایک ایسا تحفہ دنیا کو پیش کیا جو حقیقت میں نیا اور بالکل اچھوتا ہے۔ کیسا انوکھا انداز ہے جو مفکر کبیر نے اپنے شاہکار کی ترتیب میں اختیار کیا ہے۔ ”ایک بچہ بچوں کی عالمگیر انجمن کی طرف سے بچوں کے شہنشاہ حضرت علی اصغر علیہ السلام کو مدح و ثنا کا تحفہ پیش کرتا اور معصوموں کے آقا اور اس کی

جماعت کی قربانی کو سراہتا۔ قدم قدم پہ بچوں کو فخر و مباہات کے لئے ابھارتا، موقع موقع سے ماؤں کو فخر میں شرکت کی دعوت دیتا اور ان کو اپنے فرزندوں کی حوصلہ افزائی کے لئے پکارتا جاتا ہے“

اس طرح اس بچہ کی زبان سے یہ نظم تقریباً ڈھائی ہزار مصرعے تک پہنچتی ہے جس کا ہر لفظ چھینے والا اور ہر مصرعہ ایک نشتر ہے جو بتلاتا ہے اس خوشچکاں داستان کی بدولت کتنا گہرا اثر شاعر اپنے دل میں لئے ہوئے ہے۔ ساتھ ہی امن عالم کا موضوع جس کے لئے کتاب لکھی گئی ہے ہر باب سے مترشح ہو رہا ہے۔

جہاں تک اُردو ترجمہ کا تعلق ہے مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ میں فرینچ زبان کی شیرینی اور اس کی فصاحت و بلاغت کو اُردو زبان میں لانے سے قاصر ہوں جس کا ایک ایک سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجھے فرینچ زبان میں زیادہ دست گاہ نہیں ہے، اس پر طرہ یہ کہ میں سابق کہ نسبت اب اپنے کو اپنی مادری زبان میں بھی قاصر پاتا ہوں، میری عمر کا زیادہ تر حصہ بیرونی ممالک میں بسر ہوا جہاں اپنی بولی بھلا کر اظہار مطلب کے لئے دوسروں کی زبان مستعار لینے کا عادی ہو گیا ہوں، تاہم میں نے اپنی سی کوشش کی ہے کہ شاعر کے تخیل کو سادہ لفظوں میں آپ کے سامنے پیش کر دیا جائے۔

میں ایک دفعہ پھر اپنے عزیز ترین فاضل دوست مسیو الیکزینڈر گنٹل کا ذکر دوہرانا چاہتا ہوں، وہ مسیگی ہیں اور ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو مذہب سے بے نیاز ہوں بلکہ مذہبیت کا جذبہ ان کی طبیعت میں پوری طرح راسخ ہے۔ انہوں نے مسیحیت پر بیش قیمت نظمیں لکھی ہیں جن کو فرانس کے مذہبی حلقوں

میں کافی مقبولیت حاصل ہے۔

آخر میں دو باتوں کی طرف ملنفت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں ایک مصرعہ میں شاعر نے ”فوملھا“ کا لفظ استعمال کیا ہے میں نے اس لفظ کو متعدد ڈکشنریوں میں اور فرنیچ انسائیکلو پیڈیا میں بھی تلاش کیا لیکن کہیں نہ پایا، بالآخر شاعر سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ ایک درختاں ستارہ ہے جو اُفقِ عراق پر طالع ہوتا ہے۔ شاعر نے اس لفظ کو کسی عربی لفظ سے لیا ہے جس کو میں نہیں سمجھ سکا۔ بہر کیف شاعر کا منشا کیا ہے وہ پیش کر دیا گیا؟

ایک موقع پر شاعر نے حضرت علی اصغرؑ کو خدا کا سب سے زیادہ پیارا فرزند کہا ہے۔ یہ الفاظ آپ کے ذہن پر بار نہ ہوں یہ ایک مسیحی تعبیر ہے جو مخلوق کے باری میں خالق کے کمالِ شفقت کا مظاہرہ کرتی ہے۔ باپ بیٹے کے وجود کی علت ہوتا ہے اور اخلاقِ عالم علتِ العلل ہے۔ انجیل مقدس میں ایک جملہ نقل کیا گیا ہے جو حضرت مسیحؑ کی زبان مبارک پر جاری ہوا تھا۔ ”میں اپنے باپ اور تمہارے باپ کے پاس جاتا ہوں۔“ اُن کلمات میں ابویت کا یہی پاکیزہ تخیل ہمارے سامنے پیش کیا گیا تھا جو مسخ ہو کر کیا سے کیا ہو گیا۔ حضرت علی اصغرؑ کو خدا کا سب سے زیادہ پیارا فرزند کہنا اسی حقیقی مقصد کو ادا کرتا ہے جو انجیل کے کلمات میں مضمر ہے۔ شاعر کا یہ جملہ اس بات کی دلالت ہے کہ مسیحی دنیا میں آج بھی ایسے سنجیدہ افراد موجود ہیں جو اس وسیع نقطہ نظر کو سمجھتے ہیں یعنی ابنیت کی وہ حیثیت جس میں حضرت مسیحؑ نے اپنے ساتھ اپنے تمام مخاطبین کو شریک کیا اس قسم کی تعبیرات اسلامی احادیث میں بھی مفقود نہیں ہیں۔ مثلاً حدیث قدسی میں خود جناب رب

العزت نے ارشاد فرمایا ہے۔

”الا غنیاء امنائی والفقراء عیالی“

رہا ابویت و ابنیت کا وہ علاقہ جو مخلوق میں پایا جاتا ہے اس سے ذات باری

تعالیٰ برتر و منزہ ہے اور قرآن مجید نے اسی کی نفی کی ہے۔



الیکز نڈر گنٹل (فرانسیسی مرثیہ گو):

## مقدمہ

حال میں دنیا کو پے در پے ایسے ہولناک مصائب و آلام سے ساقط ہوا جن کا انسانیت کے ساتھ انتساب تصور و قیاس سے باہر تھا۔  
ایسا نظر آتا ہے کہ علماء و شعراء، مفکرین کی صد ہا سال کی کاوشیں اور مذہب کی صدیوں کی کوششیں جو معیار اخلاق کو بلند کرنے کے لیے صرف ہوئیں سب حرف غلط ہو کر رہ جائیں۔

بدترین مجرمانہ ذہنیت اور غریظ و غضب کے شیطانی جذبے نے انتہائی قابل نفیس جنگ کا آغاز کیا اور آج تک بھی اُس کی بھیا تک تباہ کاری، بربادی اور مصائب سے کرۂ ارض کو نجات نہیں ہوئی۔ پہلے ایٹم بم کے پھٹنے سے جو ناقابل تصور اور بے حساب بربادیاں اس خاک کی دنیا میں ظہور پذیر ہوئیں اُس کے نتیجے میں فکروں میں انقلاب اور ذہنوں میں ایک عجیب و غریب میلان و رجحان رونما ہوا اور وہ یہ کہ عہد حاضر کا انسان زندگی سے سخت بددل ہو گیا اُس کو وحدت سے یہ احساس پیدا ہوا کہ کرۂ ارض پر زندگی بہت بے قیمت ہو چکی اور اب اُس کا

خاتمہ کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا اور اسی بنیاد پر اس جذبہ کی نشوونما ہوئی کہ زندگی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے تصور ہی میں بہتری ہے۔

کچھ بھی ہو یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ وہ نسلِ انسانی جو تکالیف کے مقابلے میں حیرت انگیز قوت کا مظاہرہ کرتی جو ہر قسم کی غلامانہ بندش اور ہر غیر منصفانہ روش کے خلاف نبرد آزمائی کرنے میں بڑی توانائی اور شیردلی دکھاتی ہے۔ پناہ بخدا اگر وہ ایسے حالات سے دوچار ہو جائے کہ اُن کی بنا پر وہ اپنے عقائد اور اپنے افکار و خیالات کی تہہ میں اُمید کی آخری جھلک بھی نہ پائے پھر وہ مصائب و آلامِ جن کے مقابلے کے لیے اُمید سے لگاؤ کی صورت میں انسان اپنے اندر پوری تاب و توان محسوس کرتا تھا بحالت مایوسی اُس کی زندگی کی مسرتوں کو تمام تر مٹا دینے کے لیے کافی ہوں گے۔

مختصر یہ کہ انسان کے لیے یہ کشمکش زندگی کے مسائل میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے کہ وہ یہ طے کرے کہ آیا اُس کو اُمید کا دامن چھوڑ کر مایوس اور دل شکستہ ہو جانا چاہیے یا اُمید کی کرن سے راہِ زندگی کو منور رکھنا ضروری ہے۔ شوپن ہارنے پر اُمید رہنے کے لیے جو وجود پیش کئے ہیں وہ حقیقتاً نہایت قوی اور آسانی سے دلنشین ہونے والے ہیں۔ مشکلکین کی جماعت کے وہ افراد جن کا تردد و شک کا طریقہ علمی حزم و احتیاط کے حدود سے تجاوز کر کے ایک قسم کا شوقیہ مسلک بن کر نہیں رہ گیا ہے اُن کے کلمات سے بھی آخری نتیجہ یہی برآمد ہوتا ہے کہ انسان کو مایوس ہو جانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

سب باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے آج ہم دو قوی نظریات سے دوچار

ہیں۔ جن میں ایسا تضاد نہیں ہے کہ ایک کا دوسرے سے برسر پیکار ہونا ناگزیر ہو لیکن سرد جنگ کے ذریعہ سے جو چالیں چلی جا رہی ہیں اُن کے رخ کو دیکھ کر اگر کوئی پیشین گوئی کی جاسکتی ہے تو وہ یہی ہے کہ اس وقت پوری نسلِ انسانی خطرے سے دوچار ہے۔ اس صورت حال کو ذرا دوسرے نقطہ نظر سے دیکھئے بلکہ یہ کہنا بہتر ہوگا کہ دوسرے نقطہ نظر سے دیکھنا نہایت ضروری ہے اور وہ یہ کہ یہ نظریاتی رقابت واقعی اور حقیقی کم ہے اور فرضی زیادہ مگر پروپیگنڈے کے ذریعہ سے اُس کو زیادہ اہمیت دی جا رہی ہے اور بے چارہ عام آدمی ان پروپیگنڈہ بازوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنا ہوا ادھر سے ادھر لڑھک رہا ہے۔ لیکن اس پوری بھیانک تصویر کے باوجود ایک چیز بالکل عیاں ہے اور وہ یہ کہ اب تک جن قوموں کو اُن کے مفادات کے تصادم نے ایک دوسرے کا دشمن بنا رکھا تھا مشترکہ خطرے کے مقابل بڑے صبر و ضبط کے ساتھ اپنے تمام اختلافات کے حل کی تلاش میں لگ گئے ہیں۔ اس کوشش میں اگر ریاکاری کا کوئی جزو شامل ہو اُس کو نظر انداز کرتے ہوئے یہ سوچنے کی چیز ہے کہ کیا حقیقتاً یہ واقعی ترقی کی طرف ایک کھلا ہوا قدم نہیں ہے؟ اس لئے ہم کو ہمت نہیں ہارنا چاہیے اور بلا لحاظ اس کے کہ کیا صورت اور کیسے تدابیر اس بارے میں اختیار کئے جا رہے ہیں۔ ہم کو دنیا کے مستقبل کے لیے پُر اُمید رہنا چاہیے۔

چونکہ کچھ بھی سہی اس وقت سرد جنگ اور واقعی جنگ کے درمیان ایک خلیج ضرور حائل ہے جو ایک حد تک ناقابل عبور ہے۔

ہر شخص کے مشاہدہ میں آسانی سے یہ چیز آ رہی ہے کہ عرصہ دراز کی جنگ و

جدال کے بعد ایک ایسی سیاست منصفہ شہود پر آرہی ہے جس کے ذریعہ سے ایسے عظیم اور خطرناک اختلافی مسائل کو حل کرنے کی کوشش شروع ہوگئی ہے جو اس سے پیشتر قوموں کو ایک دوسرے کے خلاف آسانی سے صف آرا کر سکتے تھے۔ ایسے ایسے اہم مفادات کا تصادم جو ہر عہد اور ہر عصر میں ملکوں کو برسرِ پیکار کرتے رہے ہیں آج انتہائی صبر و ضبط کے ساتھ بحث و تمحیص کے ذریعہ سے حل کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا واقعتاً یہ حقیقی ہوشمندی اور دانائی کی طرف ایک قدم ہے یا یہ صرف کوئی ریاکارانہ عیاری اور چال بازی ہے جو بالآخر ایک ہیبت ناک اور تباہ کن جنگ پر ختم ہوگی اور جس کے ذریعہ سے انسانی قلب میں جو کچھ بھی محبت اور امید کی کرن باقی ہے اُس سب کا خاتمہ کر دے گی۔ اگر حقیقتاً دیکھا جائے تو یہ چیز بعید بھی نہیں ہے اور در صورتیکہ واقعتاً ایسا ہی حشر ہونا ہے تو ہم کو انسانی سطح پر گفتگو کرنے کے بجائے یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ خدا ہمارے گناہوں سے بیزار ہو کر اس بات پر رضامند ہو چکا ہے کہ اس سیاہ کارنسل کا خاتمہ کر دے جیسے وہ مستوجب سزا قرار دے چکا ہے لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی یقین ہے کہ وہ اپنی عجیب و غریب کار سازی کے ذریعہ سے اپنے اُن مخلص بندوں کا ضرور تحفظ کرے گا جو اُس کی معرفت رکھتے اور اُس کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔

اس وقت آپ کے سامنے خداوند عالم پر اعتماد اور بھروسہ کی اعلیٰ مثال کے طور پر ”معصوموں کا ستارہ“ پیش کیا جا رہا ہے یہ نظم فرانس اور دیگر ممالک کے باشندوں کے سامنے کر بلا کے انتہائی المناک سانحہ کا سب سے زیادہ غمگین پہلو



پیش کرتی ہے۔ یہ دردناک اور عظیم سانحہ کروڑوں مسلمانوں کے دلوں کو صدیوں سے برمائے ہوئے ہے اور بجا طور پر انسانی تاریخ کا سب سے زیادہ بھیانک جرم تصور کیا جاتا ہے۔

یہ گلدستہ نظم خدائے قدوس پر اعتمادِ کلی کے اظہار کا ایسا اعلیٰ نمونہ پیش کرتا ہے جس کی نظیر تاریخِ عالم میں موجود نہیں ہے جس میں رسولِ اسلام کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؑ کے لاڈلے فرزند حسینؑ بن علی کے سب سے چھوٹے پسر علی اصغرؑ کی شہادت پر نوحہ کیا گیا ہے۔

علی اصغرؑ کی شہادت کا واقعہ اس عظیم الشان واقعہ کا جزو ہے جب حسینؑ اپنے خاندان اور چند رفیقوں کے ساتھ کربلا کے ریگستان میں نہر فرات کے کنارے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے اور یزید اموی کی فوجوں نے اُن کو اپنے حلقے میں لے کر پانی بند کر دیا تھا۔ تیسرے روز گنتی کے ان بہادروں اور یزید کی فوجوں میں جنگ ہوئی۔ حسینی مجاہدین میں بوڑھے، بچے، جوان ایک ایک کر کے داؤ شجاعت دیتے ہوئے عزت کی موت مرتے گئے لیکن ان میں سے ہر ایک نے وہ زبردست جنگ کی اور دشمن کی فوج کا اس طرح ڈٹ کر مقابلہ کیا کہ ہر ایک جانبازا کا کارنامہ شجاعت ہمیشہ ہمیشہ یادگار رہے گا۔

غنیم کی تعداد کی کثرت کا کوئی علاج نہ تھا۔ آخری موقع پر حسینؑ نے یہ تہیہ کیا کہ اپنے شیرخوار فرزند علی اصغرؑ کو دشمن کی فوجوں کے سامنے پیش کریں اور اُس کی جان بچانے کے لیے دشمن سے تھوڑا پانی طلب کریں۔ اس سوال کا جواب ایک ایسے قاتل تیر سے دیا گیا جس نے اس ننھی سی جان کے گلے کو چھید دیا اور بچہ

اپنے مظلوم باپ کی آغوش میں تڑپ کر ختم ہو گیا۔

زوالِ آفتاب کے بعد جب کہ سائے دراز ہونے لگے یہ عجیب جنگ ختم پر آگئی۔ باعزت باپ کا باعزت فرزند حسین بن علی خود بھی عزت کی موت سے ہمکنار ہوا اور دشمن کو قابلِ نفرین فتح حاصل ہوئی۔ لاوارث خواتین اور صغیر سن بچے قید کر لیے گئے اور ان کی تمام مملو کات لوٹی کھسوٹی گئیں حتیٰ کہ باعزت خواتین کے سروں کی چادریں تک بھی چھین لی گئیں اور ایک ادنیٰ سی چیز یعنی بھیڑ کی کھال جو حسین کے ایک نوجوان فرزند علی زین العابدین کا بسترِ علالت تھی دشمنوں کی دستبرد سے محفوظ نہ رہی۔ بچوں کے گوشوارے اس بے دردی کے ساتھ کھینچے گئے کہ بچوں کے کانوں سے خون بہنے لگا۔ اس تمام ظلم و ستم کے بعد حسین اور ان کے رفقاء کے خیموں کو آگ لگا دی گئی۔

اس عظیم سانحہ کے تیسرے روز ان قابلِ نفرت فاتحوں نے اپنے ساتھیوں کی لاشوں کو دفن کرنے کے بعد کوفہ کی طرف کوچ کیا تاکہ ان باعزت قیدیوں کو کوفہ کے گورنر عبید اللہ کے سامنے پیش کیا جائے قیدی اونٹوں کی برہنہ پشت پر بٹھائے گئے جو پلٹ پلٹ کر اپنے عزیز ترین رشتہ داروں، وارثوں، بھائیوں اور بیٹوں کی خون آلودہ لاشوں کو مڑ مڑ کر دیکھتے جاتے تھے جن کو وہ گرم ریتی پر چھوڑے جا رہے تھے۔ یتیم بچوں کے نالہ و فریاد سے دل ہلے جاتے تھے اور آسمان کا نپتا معلوم ہوتا تھا۔ کوفہ میں گورنر کے سامنے حاضری دینے کے بعد یہ قافلہ دمشق کے لیے روانہ کیا گیا تاکہ شہدا کے کٹے ہوئے سروں کو بد اطوار بیزید کے حضور میں پیش کیا جائے۔ اس پورے سفر میں حسین کی بہن زینب اپنے

شہید بھائی کے قاتل کا نام کی حیثیت سے ان قیدیوں کی سرداری کے فرائض انجام دے رہی تھیں۔ یہ باعزت خاتون علی کی دختر تھیں جنہوں نے بازارِ کوفہ میں پشتِ ناقہ سے تماشائیوں کے مجمع کو سناتے ہوئے، دارالامارہ میں گورنر کو خطاب کرتے ہوئے اور دمشق کے شاہی محل میں خود خلیفہ کو مخاطب کر کے نہایت زبردست اور یادگار تقریریں کیں۔ ظالموں نے کمن بچوں تک کو معاف نہیں کیا ان کو اس طرح رسیوں میں باندھا گیا تھا کہ ان کے گلے ان کی ماؤں اور پھوپھیوں کے بازوؤں سے بندھے تھے اور مخصوص علی بن حسینؑ زین العابدین کو باوجود ان کی سخت علالت کے سر سے پیر تک لوہے میں جکڑا گیا تھا۔

کربلا کی ان بے مثال ہستیوں نے اعلیٰ اصول کے لیے اپنی، اپنی اولاد، اپنے اقرباء اور ساتھیوں کی جانوں کو قربانی کے لیے پیش کرنے میں کچھ تامل نہیں کیا اور اس لیے اگر تمام مشرقی ممالک کربلا کے سانحہ پر آج تک آنسو بہاتے ہیں تو ذرا بھی تعجب کی بات نہیں ہے۔

جس شخص کے دل میں احساس کا تھوڑا سا مادہ بھی ہو وہ اس شریفانہ اور پاکیزہ اقدام سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کربلا کا نام سنتے ہی جہاں حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کی اعلیٰ شجاعت اور بے نظیر قربانی کی یاد تازہ ہوتی ہے وہاں معصوم بچوں کی پانی پانی کی چیخ پکار اور باعزت خواتین کی نالہ و فریاد کی صدائیں بھی کانوں میں گونج اٹھتی ہیں۔

کربلا کا ریتیلہ میدان تاریخِ اسلام کی تاریک ترین ساعتوں کو یاد دلاتا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ تاریک گھڑیاں بلند ترین اخلاق و کردار کی

عظیم الشان بنیاد بن گئی ہیں۔ کربلا کے ہیرو اپنی اعلیٰ شجاعت اپنے پاکیزہ اصول اپنے غیر متزلزل عقیدے اور اپنی عظیم الشان مثال کے ذریعے سے انسانی قلب و دماغ میں بلند ترین جذبہ شرافت کو حرکت دیتے رہیں گے اور اقوام عالم کی تاریخ میں ہمیشہ منفرد مقام پر نظر آئیں گے۔

اس گلدستہ نظم کی بنیاد اس طرح پڑی کہ فرانس کے کسن بچوں نے اقوام عالم کی انجمن کے سامنے قیام امن کی اپیل پیش کی۔ بچوں کی اس معصومانہ درخواست نے فوراً ذہن کو کربلا کے صغیر السن بچے کی شہادت کی طرف منعطف کیا۔

”علی اصغر“ کی طرف جو ہر زمانہ میں معصومیت اور مظلومیت کا مجسمہ بنا رہے گا۔

اس طرح اس گلدستہ نظم میں ایک بچہ کی زبان سے اقوام عالم کے تمام کسن بچوں کے نام سے معصوم و مظلوم اور شہید آقا کی بارگاہ میں عقیدت و ستائش کا ہدیہ پیش کیا گیا ہے۔

الیکٹرک نڈرگنل

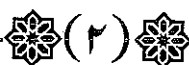


— (۱) —

شیر خواروں کے آسمانی ستارے!  
 علی اصغر پیارے!  
 سردار، ستم رسیدہ جسموں کے  
 آقادل جیتنے والے دلوں کے  
 تیری طرف بلند ہوتے ہیں۔  
 لازوال عشق و محبت کے شعلے  
 کبھی نہ بجھنے والے  
 جن کی بدولت ہماری روحمیں  
 تعظیم سے خمیدہ ہیں تیرے حضور میں  
 دم گھوٹنے والے ریگستانوں کے درمیان

کر بلا کے میدان میں  
 تیرے بزرگوں والد کے ہاتھوں پر  
 تیری شہادت کا ناگہانی سانحہ  
 ستم ڈھانیوالا ہے  
 ہم سب معصوموں پر جو جو شیلے فدائی ہیں  
 اس غم کے اثر سے ہمیشہ ہمیشہ  
 ہمارے دل ٹوٹے رہیں گے  
 لیکن یہی تیری شہادت آقا!  
 اور یہی کلفت و مصیبت  
 اندوغم کے ذرات میں اُس بیابان کے  
 جس نے بیک وقت مشاہدہ کئے دو متبائن مناظر  
 تیری موت اور تیری فتح نے ہمارے دلوں میں  
 تیری اُلفت و محبت کا جوش ولولہ  
 روز بروز بڑھاتی رہے گی

کیونکہ تیرا معصوم تازہ خون  
 جو غیرت و حمیت کے نام پر بہہ گیا  
 ڈوبتے سورج کی طرح  
 عزت و فتح مندی کی سرخروی کا حامل ہے



تیرا نام علی اصغر!  
 تیرا مقدّس نام علی اصغر!  
 شیروں کی طرح دھاڑوں میں گونجتا ہے  
 پرندوں کے نغموں میں کیف پیدا کرتا ہے  
 فواروں اور چشموں کی روانی میں  
 اُسی کا ترنم ہے  
 پھڑکتے جھنڈوں کی آوازیں  
 اُسی کی ترجمانی کرتی ہیں  
 پوپھٹے تازہ نسیم کے جھونکے

اسی نام کو جگہ جگہ پھیلاتے ہیں  
 جس وقت کے آسمان کا سورج  
 بادلوں میں اور نباتات میں  
 رنگ آمیزی کرتا نظر آتا ہے  
 یہ ایک خالص روح بن کر  
 فصل بہار کے پھولوں کی خوشبو میں  
 سرایت کر جاتا ہے  
 تیرا نام علی اصغر!  
 سورج کی عالمتاب روشنی میں چمکتا ہے  
 فضاء نیلگوں کو منور کرتا ہے۔  
 قرمزی ستاروں میں درخشندہ ہے،  
 گلاب کے پھولوں میں بہار دیتا ہے  
 سیسی چاند کی خنک چاندنی  
 جو فصل خزاں کی راتوں کو مزین کرتی ہے



اُس میں اسی نام کی تجلی ہے



علی اصغرؑ!

شیر خواروں کے درخشنده ستارے  
تیری چمک نورانیت بخشتی ہے ستاروں کو  
جو جگمگاتے ہیں

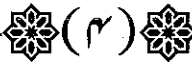
آسمانی ستونوں کی بلند یوں پر  
تیرے حُسن کو حلقے میں لئے ہے  
اے ظلم و ستم کے شکار

تیری بلند پایہ مادر شہر بانو  
جن کے جد تاریخ کے نامی خسرو نوشیرواں  
دوسری طرف حسینؑ تیرے گرامی پدر  
نوا سے اور بے مثال یادگار

حضرت پیغمبرؐ کی

جن کو خدائے پاک نے  
 جو سب سے برتر، دانا اور حکیم ہے  
 الہام سے مشرف فرمایا  
 کون سی شرافت اے معصوم!  
 تیری شرافت کا مقابلہ کر سکتی ہے  
 کس خون میں ہو سکتی ہے وہ نورانیت  
 جو تیرے لہو میں تاباں ہے  
 جس کی بدولت تجھ کو پہلا مرتبہ حاصل ہے  
 تاریخ کے سب سے قدیم دور میں  
 اے وہ جو ظہور میں آیا  
 مگر اس لئے کہ اُس کی ہستی  
 پیش کرے ہم کو  
 ایک بڑی مشعل ہدایت کی  
 پیدا ہوتے دیر نہ ہوئی

کہ اتر گیا تاریک قبر میں  
 براہِ واس بہیمانہ بَعْضِ وِعداوت کا  
 سفاک دشمنوں کا  
 جس کے نتیجے میں  
 تیرے سب خانوادے کا خون بہہ گیا  
 کر بلا کی ریتی پر



بڑے سے بڑا بادشاہ  
 متکبر سے متکبر سلطان  
 سب سے بڑھ کر اقبال مند فاتح  
 اور کیسا بھی ڈراؤنا ظالم  
 انسانوں کا رشتہ حیات قطع کرنے والا  
 اور موت کے پیغامبر بھیجنے والے  
 حکم رانی کر گئے آج سے پہلے بے شک

مگر کتنے انسانوں پر؟  
 بہت تھوڑی آبادی پر  
 کتنی کچھ نجس جنگیں  
 لڑائیاں اور آپس کی گتھم گتھا  
 رنگ و نسل کے اختلافات  
 اور باہمی عصبیتیں  
 مختلف زبانیں اور ان کے پس پشت  
 طرح طرح کے افکار و خیالات  
 ان سب باتوں کی بدولت  
 دنیا بٹ گئی سینکڑوں حصوں میں  
 رائے کی آزادی  
 جس پر سب کو بڑا ناز ہے  
 اُس سے کیا ملا انسان کو؟  
 آپس کی پھوٹ

لیکن ہم ننھے بچے  
 ملائے اعلیٰ سے علاقہ رکھنے والے  
 کیف اندوز ہیں ہمارے دل  
 اُس مقدس آزادی سے  
 جو ہم کو آسمانی سلطنت سے عطا ہوئی ہے  
 ہم معصوم بچے خدا کے پیارے  
 دُنیا کے گوشے گوشے میں  
 اور ساری مخلوق کے درمیان میں  
 فقط ہم ہیں جن کی رگوں میں  
 دوڑا دیا ہے کردگار نے  
 اپنے الہام سے  
 عشق و محبت قانون فطری کا  
 ہم سب آسمان کے فرشتے ہیں  
 جن کو خالق نے

دُنیا کے امن و امان کی خاطر  
 اپنی کرامتی فوج بنایا ہے  
 ہم جو ہیں بالکل پاک اور مبرہ  
 ملوث ہونے سے  
 سیاہ کاروں کے جرائم میں  
 پیدا ہوئے مسرت و شادمانی کی فضا میں  
 باہمی الفت و محبت کے لئے  
 ہم پاک اور خالص معصوم  
 بے شمار اُمیدوں کا سرمایہ  
 مستقبل کی کھیتی کے بیج  
 اور ان گنت فوج  
 کوئی طاقت نہیں  
 جو رخنہ ڈال سکے ہماری صف میں  
 ہماری نزاکت قدرت کا کرشمہ ہے

کیا مجال موت کی  
 جو غالب آئے ہماری وحدت پر  
 کیا طاقت لڑائیوں کی  
 جو اثر انداز ہوں  
 ہماری اجتماعیت پر  
 کیا ہم کبھی نہ دیکھیں گے  
 وہ مبارک ایام  
 کہ تمام انسانی دُنیا  
 ہماری بدولت ایک نظر آئے  
 کیا کہنا اُس سما کا  
 جبکہ ہمارا گروپ بیدار ہو جائے  
 کون سی چیز اُس وقت  
 زیادہ حیرت کے لائق ہوگی  
 ہماری بے شمار قوم

یا اُس کا مکمل اتحاد؟

— (۵) —

اگر مجھ سے کوئی پوچھے

بھلا کون تاجدار ایسا ہے؟

جو سلاطین میں سب سے بڑا ہوتے ہوئے

سب کو خلوص کے ساتھ حد سے پیارا ہو

جس کی اطاعت کے لئے کمر بستہ ہوں

نہ کسی خوف سے بلکہ دلی مسرت سے

پاک اور نیکو کار بندے

بڑی سے بڑی تعداد میں

میں بولوں گا

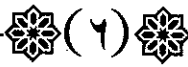
وہ توفیق میرا پیارا آقا ہے

”علی اصغر“

اے وہ، جس کی محبت میں



ہم سب گرویدہ ہیں  
 تو ہی اکیلا بادشاہ ہے  
 اُس وسیع قبیلے کا  
 جس کو ہم کل شاید دیکھیں گے  
 اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے  
 عنانِ امن و عافیت کی  
 اور انسانیت کی فلاح و بہبود کی  
 بجائے اگر قدیم تاریخ کے سلیمان  
 رشک کریں قدرت کے کرشمے پر  
 اُس عظمت و جلالت پر  
 جو تجھے جگمگا رہی ہے  
 سلیمان رشک کریں  
 تیری اُس شان و شوکت پر  
 جو زمین کی عزتوں سے بلند تر ہے



ہمارا اولین فخر و ناز  
 تو ہی تو ہے  
 ہمارا واحد سرمایہ افتخار  
 تو ہی تو ہے  
 تیری ہی بدولت ہم  
 اُس نورانی عصا کے حامل ہوئے  
 جس سے رشک کرتا ہے  
 بڑے سے بڑے فرمانروا بھی  
 تیرے ہی طفیل میں ہم بن گئے  
 شعلہ آسمانی صداقت کا  
 جس کو کوئی نہیں جھٹلا سکتا  
 ضروری تھا  
 یہ عبرتناک روز مصیبت

تا کہ سارا عالم روشن ہو جائے  
 غیر فانی فتح کے آسمانی نور سے  
 کر بلا کر بلا!

صحرائے درد و بلا

ضروری تھا تیرا اپنا سورج

تا کہ ایک ننھا معصوم

پیش کرے تیری خشک ریتی کو

اپنا خون

جو خراجِ تحسین حاصل کرتا رہے گا

ہمیشہ ہمیشہ

پیش کرے تجھ کو اپنا خون

تا کہ فاتح بن کر نکلے

تیرے اندر سے دوبارہ



ابھی تو ایک برس کا بھی  
 نہ ہونے پایا تھا  
 اتنے دن بھی نہ ہوئے تھے  
 کہ پھول کھل کر مرجھاتا ہے  
 کہ آ پہنچا تو اے معصوم  
 بڑی فوج کے مقابلے کو  
 تجھ کو ابھی ساتواں مہینہ بھی نہ ہوا تھا  
 پھولتے پھلتے  
 کہ تیرا نام زینت بنا  
 غازیوں کی فہرست کی  
 کہاں سے آ گئی اُس وقت  
 تیرے اندر یہ کمال کی شجاعت  
 جو چمک رہی تھی

تیری آنکھوں میں  
 جس طرح نکل پڑے طوفاں سے  
 کڑھتی ہوئی رعد  
 اپنی ننگی تلوار کے ساتھ  
 جبکہ فضا آسمانی  
 گونج رہی ہو  
 طوفانی گرج سے  
 کس طرح یہ چمک آسمان سے آئی  
 تیرے اندر  
 روشن کر دینے والی تاریک رات کی  
 اگر سوال کیا جائے مجھ سے  
 کہ کون غازی شیر  
 دنیا کا سب سے بڑا ہیرو ہے  
 تو میں خوب سمجھتا ہوں

میں کیا جواب دوں گا  
وہ میرا آقا علی اصغرؑ ہے

— (۸) —

تو مشکل سے ابھی چھ ماہ کا ہوا تھا

کہ مہلک تیر

پیوست ہو گیا تیرے دل میں

تو مشکل سے چھ ماہ کا ہوا تھا

کہ ظالم اجل نے

تجھے آیا

اے زرد روح

مشکل سے تو چھ ماہ کا ہوا تھا

کہ جگمگا اٹھا

شوکت و جلالت سے

تیرا نام

تاریخ کا معجزہ بن کر  
 ڈالتے ہوئے تاریکی میں  
 ساری کائنات کو  
 تیرے زخم نے تجھ کو  
 پہنچا دیا  
 تاریخ کی بلند ترین چوٹی پر  
 تیری فتح کا سورج  
 اُفقِ آسمان پر  
 نا آشنا ہے  
 غروب سے

— (۹) —

نامی فاتح اور بڑے بڑے غازی  
 جن کو تاریخ عظمت سے یاد کرتی ہے  
 اور شان و شوکت حلقہ کئے ہے

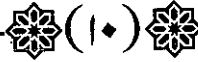
اُن کی پیشانیوں کا  
 جو نہیں حاصل ہوئی اُن کو  
 مگر تشدد کی فتوحات سے  
 اور فنا کر کے مخلوق کو  
 نہ کہ زندگی دے کر  
 اُن میں سے کون  
 تیرے نام کی برابری کر سکتا ہے؟  
 تو نے نہیں فتح پائی  
 گوشت و پوست پر  
 بلکہ جیت لیا تو نے روحوں کو  
 ہر اک بشر کے نازک دل کے اندر  
 تیرا ننھا منا ہاتھ اے معصوم!  
 محبت کے بلند شعلے بھڑکا تار ہے گا  
 فاتحانِ عالم



جن کے دل محروم ہیں  
 انسانیت کے احساس سے  
 اُن کے فاتحانہ کارنامے  
 فنا ہو جاتے ہیں وقت کے ساتھ  
 اور صدیوں کی خاک  
 ڈھاک دیتی ہے  
 اُن کے متبرک ناموں کو  
 مگر اے وہ جس کے حضور میں  
 عقل و حکومت والے  
 ادب سے جھکائے رہیں گے اپنی پیشانیاں  
 فراموشی پر چھا گیا  
 اور ظلمتوں کو مٹا گیا  
 تیرا نام جس کی روشنی  
 نامورانِ عالم کو گرد بنا گئی

ابد تک ضو افشانی کرتا رہے گا

نور کے آسمانوں سے



خدمت کرنا سچائی کی

بچو! ہماری فتح مندی ہے

مصیبت اٹھانا

اُس کی فتح و نصرت کی خاطر

فخر و ناز ہے ہمارے لئے

اس سے اعلیٰ مقصد اور کیا ہو سکتا ہے؟

ہمارے بھولا پن اور معصومیت کے سامنے

گلہائے نوشگفتہ

جن کے لئے ایک جھوٹا بادِ صموم کا

کافی ہے مر جھادینے کو

ہماری نزاکت بھری قربانی

لوگوں کو آنسو رولائے گی  
 قربانی! ہم بچوں کی  
 جو ہیں سچ مچ  
 خدا کی رحمت اور اُس کا جمال  
 اے ماؤں!  
 مبارک ہو! مبارک ہو!  
 ایک دن آخر تم دیکھو گی  
 کہ تمہارے بچے پھولوں جیسے  
 کس طرح فتح پاتے ہیں  
 وحشیانہ جنگوں پر

— (۱۱) —

ہم ننھے معصوم  
 آرائش زندگی  
 زندگی کی بہار کے پھول

ہر قسم کے کھیلوں کا رجحان  
 پہلی فطرت ہے  
 ہمارے معصوم دلوں کی  
 لیکن پیارے آقا! تو نے ہم کو  
 ایک بات اچھوتی سکھلائی  
 کہ ننھے منے دل  
 آئے ہی تھے دنیا میں  
 کہ جان لیوا کھیل، کھیل جانے  
 آہ کیا خوب تو نے ادا کیا  
 اپنا دردناک پارٹ  
 اُس ڈرامہ میں  
 جس کا تو ہیرو ہے  
 دنیا کبھی نہ بھولے گی  
 کہ تو اپنی جان کی قربانی دے کر

ہارمنوا گیا اپنے قاتلوں کو  
 بچے! سچے حقدار  
 ساری دنیا کے  
 جس نے کوئی ہتھیار نہیں اٹھایا  
 فتح حاصل کرنے کے لئے  
 اعتماد کے سوا  
 انسانی جذبہ ترحم پر

— (۱۲) —

کون سوچے گا؟  
 اے وائے بد نصیبی!  
 کہ ایسے بھی ذلیل  
 اور دنی انسان کہیں ہوں گے  
 جو گہری نفرت ظاہر کرنے کے عوض  
 حمایت کریں گے ایک خونخوار ظالم کی

جرائم سے شرمندگی کی بتلانے کے بدلے  
 کوشش کریں گے  
 اُن پر پردہ ڈالنے کی  
 اور معصوم بچوں کے خلاف  
 جو ظالموں کے ظلم کا نشانہ ہوئے  
 جرات کریں گے کہنے کی  
 کہ محروم نہ رکھا ہوگا پانی سے  
 معصوموں کو قاتلوں نے  
 مگر تیری موت افواج کے سامنے  
 اے معصوم بلند رتبے والے  
 تیری شہادت  
 بھڑکتے پتھروں کے درمیان  
 ہمیشہ ہمیشہ لعنت پکارے گی  
 تیرے قاتل پر

جس نے تجھ کو مرنے دیا  
 مہلک پیاس سے  
 جھلٹے صحرا اور تپتی ریت میں  
 اس کے بدلے  
 کہ تیرے مردنی چھائے لبوں تک  
 لائے گھونٹ بھر پانی  
 خدا کے نام پر  
 تیری شہادت تپتی ریتی پر  
 چمکتا سورج ہے  
 جس نے اچھی طرح روشن کر دیا  
 تیری مصیبت کو  
 دنیا پر  
 اگر قدرت کی مشیت سے  
 جو کسی قدر کم خوبصورت ہوتی

تو جان بحق ہو گیا ہوتا  
 اپنے جھولے میں  
 تو کیا چھوڑتا تو دنیا میں  
 سوائے ایک قبر کے  
 جو فتح مندری سے خالی  
 اور یوں مرکز نہ بنتی  
 خلاق کی امیدوں کا

— ❁ (۱۳) ❁ —

اگر کبھی کسی صحرا میں  
 تم نے محسوس کیا ہو  
 اپنے گلے میں  
 کانٹا پیاس کا  
 جو تم کو اذیت دے رہا ہو  
 تیز چھنے والا آہنی کانٹا



اگر موٹے موٹے کنارے  
 تمہارے سوچے ہوئے ہونٹوں کے  
 مس ہوئے ہوں ایک دوسرے سے  
 اور محسوس کی ہو تم نے اپنے حلق میں  
 جلتی زباں رگڑتے ہوئے  
 اگر تم نے اپنے حلق میں  
 جو آگ ہو رہا ہو  
 محسوس کیا ہو درد موت کا  
 جو تمہیں پچھاڑے دیتا ہو  
 اور تم غیظ و غضب کر رہے ہو  
 خالق کی مشیت پر  
 اور تمہاری انگلیاں  
 کھلے ہوئے زاویوں میں  
 عبت کرید رہی ہوں گرم ریتی کو

اُس کو نچوڑ کر  
 تھوڑا سا پانی حاصل کرنے کے لئے  
 اُس کو دباتی ہوں  
 ایک پھل کی طرح  
 جو گودے سے بالکل خالی ہے  
 پھر تم سمجھ سکو گے  
 کہ کیا تھی درد بھری مصیبت  
 معصوموں کی  
 نیم غشی کی حالت میں  
 بھوک سے اور پیاس سے

— (۱۴) —

تو نہیں پیدا ہوا تھا  
 مگر اس لئے کہ دُنیا دیکھے  
 سب سے پہلے اور سب سے زیادہ بلند رُتبہ

فرزند کی شہادت  
 تو وجود میں نہیں آیا  
 مگر جنگ میں فتح مندی کے لئے  
 جان دے کر غازیوں کی طرح  
 جو اپنی پاکیزگی کا نام رکھ گئے  
 تیری موت نے فوقیت دی  
 تیرے قبیلے کو سارے عالم پر  
 اور چڑھا دیا تجھ کو  
 عقیدت کی سب سے بلند چوٹی پر  
 کیا کہنا اس بار آور صداقت کا  
 کیسا مبارک بازو تھا ممدوح باپ کا  
 جو ستارہ صبح کی طرح روشن ہے  
 کون سا درخشاں عمود  
 ایسی قابل افتخار نسل کا ہوگا

جو ایسی نشست گاہ بنا ہو  
 عالم میں  
 کون سا نورانی تخت  
 جس کی شوکت و حشمت  
 خیرہ کرتی ہو، نگاہوں کو  
 اس اعلیٰ بلندی کو پہنچ سکتا ہے  
 جو تیرے تخت کو حاصل ہے

— (۱۵) —

انسانو! اگر پتھر کا نہیں تمہارا دل  
 بولو! اور انصاف کرو  
 انسانیت کے نام پر  
 کیا یہ جرم ہے کوئی  
 اور نہیں ہے ایک درخواست عاجزانہ  
 مانگ لینا تھوڑا سا پانی

ہاتھ کی ہتھیلی میں  
 پھر کیوں یہ خوبصورت ننھی جان  
 جس نے طلب کئے چند قطرے  
 تازہ پانی کے  
 اپنے معصوم دنوں کو بچانے کے لئے  
 اُس کو سزا دی گئی  
 تیر کی ضرب سے  
 رحم کھائے بغیر  
 اُس کی پیاری مانگ پر  
 نہیں نہیں کبھی اے عراق  
 تیرے دریا دھو سکیں گے  
 ابد تک  
 داغ اس جو روستم کا  
 تجھ کو مطعون کریں گے معصوم بچے

ہمیشہ ہمیشہ  
 اور اُن کے آنسو  
 کبھی نہ خشک کر سکیں گے  
 رنج و الم کے شعلوں کو  
 جو بھڑکے درد و الم کی ریت میں  
 جہاں بہہ گیا مقدس گاڑھا خون  
 کر بلا کی ریت میں

— ❁ (۱۶) ❁ —

میں سُن رہا ہوں  
 سرسراہٹ مہلک تیر کی  
 میں سنتا ہوں تیری فریاد  
 میں گواہی دیتا ہوں علی اصغرؑ!  
 کر بلا کی داستان کی  
 میں دیکھتا ہوں شام کو

میدانِ جنگ پر چھائی ہوئی  
 اڑ رہے ہیں سیاہ پرندے  
 تاریکی میں  
 جو ہر طرف گھیرا ڈالے ہے  
 میں دیکھتا ہوں صحرا میں  
 پیاسی ریتی پر  
 تیرا پاک خون  
 ابھی تک بہتے ہوئے  
 مگر یہ خون  
 صاف شفاف ستاروں کے نیچے  
 جو قوموں کے لئے  
 نور کی قندیلیں ہیں  
 بن گیا ہے ایک دریا جیسا  
 جس میں رواں ہے

پورے اسطولوں سے  
 ایک جہاز جس کے بادبانوں کو  
 پوری طرح پھیلا دیا  
 تیری آخری سانسوں نے  
 جو اپنے ستون پر پھڑکار رہا ہے  
 ایک عالی شان جھنڈا  
 ہماری دلی تمناؤں کا  
 صلح و اتحاد  
 اور یگانگت کی

— ❁ (۱۷) ❁ —

شیریں معصومو!  
 صحرائے لُلق و دق کے بتلا بچو!  
 آسمانی نور ضیا پاشی کرتا ہے  
 جن کی خالص معصومیت پر



جن کے دلکش چہروں کی رونق کو  
 دوبالا کر رہی ہے بھولا پن کی بہار  
 آہ! تمہاری معصومیت حاصل نہ کر سکی  
 تمہارے لئے خونخوار دشمنوں سے  
 ایک آواز رحم کی  
 تمہارے لبہائے تشنہ کے لئے  
 ایک نشانی مہربانی کی  
 تمہارے آنسوؤں کے نمک کے لئے  
 نہ مٹنے والی یادگار تمہاری قربانی کی  
 بہشتی کنول کی خوشبو کی طرح  
 مہر کا دے گی ساری دنیا کو  
 اس طرح کہ جیسے جنت عدن میں  
 ایک غیر قانونی خوشبو بلند ہوئی ہو  
 سب گلدانوں سے

جو باقی رہے گی ہمیشہ ہمیشہ  
 یا سمجھو کوئی ایک زیور  
 ہاتھی دانت کا یا سونے کا  
 جڑا ہوا ہیروں سے  
 موتیوں سے اور قیمتی جواہرات سے  
 جس کو ایک بے مثال جوہری علی اصغر  
 چھوڑ گیا دنیا کے لئے  
 ایک طلسمی خزانہ بنا کر  
 بازو پر اپنے پدر کے  
 وہ ایک چمکتا تارہ ہے  
 جو جگمگاتا ہے آسمانوں میں  
 مانند اسلام کے ستارے کے  
 ہلالی چاند پیغمبر کا اور ستارہ امامت کا  
 اور پو پھٹے کی چمک

آنکھوں کو خیرہ کرنے والی



بڑی شان و شوکت والا دریا  
”فرات“

زور و شور سے بہنے والا

گم کر ڈالا کیا اُس نے

فخر و ناز اپنی موجوں کا

کیا شان و شوکت

اُس کی تسکین بخش لہروں کی

زائل ہو جاتی ہے

ریت کے جھونکوں کی مرضی سے

اگر کینہ و رظالم

رحم کھاتا تیرے حُسن پر

اور اجازت دیتا

تیرے عالی مرتبہ گھرانے کو  
سسکتے ہوئے

لوریاں دینے والی لہروں کے کنارے  
اجازت دیتا ایک لمحہ کے لئے  
گھونٹ بھرتیز رفتار پانی کی  
جو تسکین دیتا تیری پیاس کو  
اپنی میٹھی تازگی سے  
لیکن تقدیر

جس کا حکم نافذ ہے ہر شے پر  
اُس نے فیصلہ کر دیا تیری قسمت کا  
جس طرح وہ مرجھا دیتی ہے  
کنول کے پھولوں کو  
یا سمین کو اور گلاب کو  
ایسے ہی اُس نے نافذ کیا

حکم تیری موت کا

نہ پھینکا اپنے کو کربلا کے صحرا میں

تیرے لبوں کی طرف فرات نے

تیری پیاس کو بجھانے

اور تسکین دینے کے لئے

تیری عطش کی سوزش کو

بس یہی تھی مرضی خالق کی

— (۱۹) —

وہ ظاہر بھی ہے اور مخفی بھی

جس کو دیکھ بھی سکتے ہیں

اور نظر نہیں بھی آتا

ہر ایک چیز سے عیاں ہے

حکمت اُس کی

تحت سے فوق تک

اور بلندی سے پستی تک  
 دُور ہے اتنا  
 کہ اُس کی حقیقت تک رسائی ناممکن  
 قریب ہے اتنا  
 کہ ٹھیک دلوں میں ہے اس کا مقام  
 ہماری معرفت کی حد یہی ہے  
 اس کے بارے میں  
 کہ ہم نہیں پہچان سکے  
 اُس ہستی کو  
 اُس کی مخلوق ہیں  
 ارواح اور اجسام  
 اُسی کے لئے پگھلتا ہے برف  
 اُسی کے لئے سوزاں ہے شمع  
 چمن کے پھول اور پرندے

درختوں پر بسیرا لینے والے  
 خارگل، خیاباں  
 درخت اور میوے  
 ندیاں، کائی اور پتھر  
 تیر اور اُن کے ترکش  
 چیتا، شیر، آفتاب، ستارے  
 اور صحرا کے ذرے  
 اُس کی حمد میں سب نغمہ سرا ہیں  
 کوئی آواز سے تو کوئی خاموشی سے  
 لیبان کے فوارے  
 اُسی کی حمد کا راگ گاتے  
 اُسی کی ہستی کا اعلان کرتے ہیں  
 صحرا کے عقاب اپنی اڑان سے  
 اُسی کے خاطر سچی ہوئی ہے

فرشتوں کی محفل راتوں کو

اُسی کے لئے ہے

پھولوں کی فصل بہار اور بلبل کی نغمہ سنجی

رعد کی گرج

اُسی قادرِ مطلق کی طاقت کا

ایک مظاہرہ

سورج، اُسی کے نور کی ایک شعاع

سارا عالم

اُسی کی عظمت کا شاہدِ عادل

اُسی کی خوشبو سے مہکتے ہیں

نسیم صبح کے جھونکے

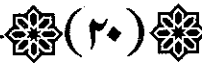
اُسی کے لئے ہیں نیستاں میں

درختوں کے جھنڈ کی آوازیں

اور بانسری کے سُریلے راگ



شب کو بسیر لینے والے  
 طائروں کی خوش الحانی سے  
 ہمسازی کرنے والے



اُس نے پیش کیا اپنی مخلوق کو  
 امتحان کے مقام میں  
 جدا کرنے کے لئے سکھ کو طلا سے  
 قیمتی موتیوں کو  
 دھوکہ دینے والے شیشوں سے  
 اور خالص ہیروں کو  
 بے قیمت پتھروں سے  
 امتیاز دینے کے لئے  
 اطاعت گزاروں کو باغیوں سے  
 اور دین داروں کو بے دینوں سے

منظورِ نظر اُس کے وہ ہیں  
 جو جہاد کرتے ہیں اپنی ذات کے خلاف  
 جو اس کی مشیت کے نام پر  
 قربان کر دیتے ہیں سب کچھ  
 جو محض اُس کی خوشنودی کی خاطر  
 وقف کر دیتے ہیں اپنی ساری زندگی  
 اُس کی عظمت و جلالت کے نام پر  
 حاصل کرنے کے لئے اُس کی توفیق سے  
 ایک اعلیٰ کرسی، اُس کی آستانہٴ قدس میں  
 بچے جن پر اُس کو پیار ہے  
 اُس نے منظوری دی ہے اُن کو  
 امتحان میں شرکت کرنے کی  
 ازراہ تفضّل  
 گویا ایک معاہدہ ہے مکمل عشق کا

مقدس رحم و کرم کی رو سے

ننھے معصوم

جو اُس کے تقرب کی منزل میں ہیں

اُن کو اُس کی مقدس بارگاہ سے

وہی تحفے ملتے ہیں جو فرشتوں کو

نظر آتے ہیں وہ

اُنہیں ملکوتی صفوں میں

اور جگمگاتے ہیں اُسی آسمانی نور سے

سارا علم باوجود عمیق وسعت کے

نا آشنا ہے کس طرح سمائے

اُس کی غیر ممدوح ہستی کو

ہاں رو حیں اُس کے پیاروں کی

جلوہ گاہ ہیں اُس کی عظمت کی

جو فنا ہیں اُس کی محبت میں

اُس کی بڑی فتح مندی یہی ہے  
 کہ عقیدت کی تڑپ ہو دلوں میں  
 اُس کو چاہت تو یہی ہے  
 کہ ایمان رکھنے والے احترام کریں  
 اُس کی برگزیدہ ہستیوں کی تاریخ کا  
 جنہوں نے اپنی جانیں قربان کر ڈالیں  
 اُس کی مرضی کی تعمیل میں



خدا کے پیارے ہیں صداقت!  
 تیرے وفادار خدمت گزار  
 جو اپنی بلند خوبیوں کی بدولت  
 تیری راہ میں پیش کرنے لائے  
 اپنی حسین و جمیل روحوں کو  
 جن کے دل کبھی نہ مڑے جاہدہ حق سے

ترجیح دینے والے خالی لفاظیوں پر  
 اپنے فیاض دلوں کے ٹھوس کارناموں کو  
 برداشت کرنے والے مصائب کے  
 الگ ہو کر ذاتی اغراض سے  
 دُنیا خدا کی چھلک رہی ہے جن کی محبت سے  
 کون سا جاہ و حشم  
 زیادہ واقفیت رکھتا ہے اُن کی عظمت سے  
 کون سا حز و اقبال  
 ہم پایہ ہو سکتا ہے ان کے اعلیٰ مراتب  
 کون سا عظیم الشان تخت  
 ایسا ہے دُنیا میں  
 جس کے اُنق سے قرمزی روشنی  
 چھوٹ ڈالتی ہے سارے عالم پر  
 جس کی شعاعیں اپنی ضیا پاشی سے

دنیا کو منور کرتی ہیں سورج کی طرح  
 فانی ہیں بے شک ساری چیزیں دُنیا کی  
 سوائے حقیقت کے جو نا آشنا ہے تغیر سے  
 اور وہ جو اُس کے وفادار خدمت گزار ہیں  
 اُن کی ہستیاں درخشاں ہیں فضائے لامحدود میں  
 جس طرح چاند کی خنک چاندنی  
 گرمی کے زمانہ میں  
 کون ہوگا سفید عقاب کی طرح  
 زیادہ حق دار اس درخشاں لقب کا  
 کون اُٹھائے گا نہایت فخر و ولولے کے ساتھ  
 یہ جھنڈا فضائے نور میں  
 ہمیشہ پھڑکنے والا

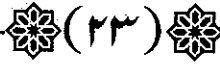
— (۲۲) —

لیکن کتنی کچھ قربانیوں سے آخر

پاٹا جائے گا یہ طولانی راستہ؟  
 بھینٹ دی جائیں گی شہادتیں کتنی؟  
 سہے جائیں گے مصائب و آلام کتنے؟  
 کتنے ہیرو قربان ہو چکے  
 مقدس انصاف کی خاطر  
 شہادت کا جام پینا ہوگا  
 آج کتنے معصوموں کو  
 تاکہ محفوظ ہو جائے کل کا دن  
 انسانی جنگوں سے  
 مگر کس قدر زیادہ خوبصورت ہے شاید  
 ہماری شان بچو!  
 اس دکھ درد کی نگری میں  
 جو لبریز ہے فریب و ریاکاری سے  
 ہم آئے وجود کے عالم میں

صبا نے بغیر برائی ایک غدار دُنیا کی  
 کیا جانیں ہم اس دُنیا کے انقلابات کو  
 مانوس ہیں ہم آسمانی حقائق سے  
 اللہ جس نے پیدا کئے گلاب کے پھول  
 اُسی نے عطا کی ہے اُن کو نزاکت بھی  
 مرنا ایسا جس پر دُنیا کو پیار آئے  
 نہیں ہے کیا بہترین خوش نصیبی؟  
 محبت ہے سب سے بلند ستارہ  
 جو درخشند ہے صبح کے دروازے پر  
 مبارک ہو شفیق ماؤں خوش ہوؤ  
 کیسی کچھ بھی ہوں گھڑیاں رنج و الم کی  
 نہیں ہے کوئی چیز بلند کرنے والی صداقت کی  
 متہائے تقویٰ اور پرہیزگاری کی روشنی میں  
 زیادہ بچپن سے اور اُس کی معصومیت سے



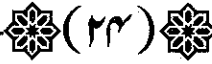


آسمان!

فرشتگانِ رحمت کی خوبصورت جائے نماز  
 منبع ہر ایک رحم و کرم کا  
 فریادرس آفت رسیوں کا  
 جس کی ہزاروں فوجیں  
 ہر سمت لئے پھرتی ہیں  
 پیغامِ عیش و طرب کا نمواور ترقی کا  
 کیوں کربلا کے ہولناک صحرا میں  
 جہاں تل گیاریت میں خون معصوموں کا  
 کیوں نہ گرائیں تو نے  
 اپنی لہریں دل کی مرادیں  
 اُن کے لبوں پر  
 جو زرد پڑے تھے

پیاس کی شدت سے  
 کیوں نہ کسی نے جنوں میں سے  
 جبکہ حرمہ کا قاتل تیر فراء بھرتا گیا  
 علی اصغر کے گلے کی طرف ہوا میں  
 ایک مہلک سانپ کی طرح  
 روک نہ دی اُس کی اڑان؟  
 کیوں نہ ابل پڑا ایک چشمہ صحرا میں  
 نہ چاہا تو نے اے فلک!  
 نہ تیری آسمانی موجوں نے  
 نہ دریا کے بہتے پانی نے  
 اور نہ مٹ جانے والے ظالموں نے  
 نہ قبول کیا کسی نے بھی دیدے شہید کو  
 ایک قطرہ پانی کا  
 لیکن ادھر تو دیکھو ہمارے دلوں میں

صحراؤں میں بہنے والے دریا کی طرح  
 کیسا اُبل پڑا ایک چشمہ محبت کا  
 سارے عالم میں پھیل جانے والا  
 جس کا منبع اور کچھ نہیں  
 مگر پیاس ہے ہمارے شہید کی



اے آسمان کے آنسو  
 اے رات کو ٹپکنے والے  
 یا سمین پر اور سوسن پر  
 کیوں کس لئے شیریں قطرات تیرے  
 گرے رحمت والے آسمانوں سے  
 کیا اس لئے کہ گریہ کیا جائے  
 معصومیت کے تازہ پھولوں پر  
 پاک فرشتوں پیارے معصوموں پر

پیاس نے جن کو کملا دیا  
 صحرائے بے پایاں میں  
 لق و دق بیاباں میں  
 ہاں بے شک  
 خاموش صبح کے پرسکون لمحوں میں  
 اُن کے مصائب و آلام کو یاد کر کے  
 آسمان نے گرائے اپنے آنسو  
 بستہ شگوفوں پر اور صنوبر پر  
 بن گئی یوں برسات درد و غم کی  
 کر بلا کے مقدس نام پر  
 حیات بخش عرق مصفا  
 چمن کے لئے  
 یہ کرشمہ کرامت کا  
 خدا کی مرضی سے

باقی رہے گا  
آخر دور حیات تک دُنیا کے

— (۲۵) —

فراٹ! چوڑے سینے والے!  
سیراب کرنے والے بڑے بڑے شہروں کے  
شفیق باپ،

عظیم الشان دروازوں والے بابل کے  
اور اُگادی اور تیلو کی پیدائش  
تیری لہروں کی دیکھی ہوئی  
تیری سنہری موجوں نے  
جورواں ہیں صحرا کی گرم ریتی پر  
لہلہا دیئے ہیں دُور دُور تک  
تیرے سبز کناروں پر  
باغات سمیر کے

جہاں پانی کا چشمہ اُبلتا ہے  
 تیرا بہاؤ شہر بشر شکم پر آب ہے  
 چھڑکاؤ کرتا پھرتا ہے زمینوں پر  
 ریت کے ٹیلوں اور میدانوں پر  
 سیراب و خنک کر جاتا ہے ذرات کو  
 جس کو تپا ڈالا ہے سورج نے  
 اپنی شعاعوں سے  
 خاکستری رنگ کے صحرا میں  
 تیری سخاوت پھیلی ہوئی ہے زمینوں پر  
 بڑے مقدور والوں سے لے کر  
 کسانوں کے کھیتوں تک  
 چرواہوں کی جھونپڑیوں پر  
 جیسے کہ شاہی محلات پر  
 پھر بھی کمی رہی تیری سخاوت میں

اس قدر شان و شوکت کے ہوتے ہوئے  
 کہ اپنا شکن آپ پیش کرے  
 پیاس بجھانے کو  
 بتلائے مصیبت علی اصغر کی  
 جس کا خون بہہ گیا  
 لڑائی کے میدان میں

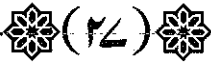


کیا کبھی کسی نے سوچا ہوگا  
 کہ ایک ننھا معصوم  
 اپنے چہرے کو منور پائے گا  
 ایک نورانی حلقہ سے  
 سوچا ہوگا کبھی کسی نے  
 کہ ایک نازک جان  
 پیدا ہوتے کچھ دن نہ ہوئے

بن گئی ایک ایسا پھول  
 جس کے خالص شگوفے نے  
 کھول دیا اسلام کے لئے  
 اپنا درخشندہ دل  
 نفیس دلکش پھول لہلہاتا ہوا  
 پھول عجیب و غریب خوبیوں والا  
 جس نے دکھلا دیا اپنی چمک میں  
 معجزہ کر بلا کا  
 ماؤں! ماؤں!  
 مبارک ہو! مبارک ہو!  
 جب کبھی جنات کی حفاظت میں  
 اور ارواح کی برکتوں کے سائے میں  
 تم جھولا جھلاتی ہو  
 اپنے ننھے پیاروں کو



جب سینے سے لگا کر  
 تم بھینچتی ہو اُن کے اعضا کو  
 جو تازہ ہیں پانی کی طرح  
 اور معطر ہیں عنبر کی طرح  
 جب تم اُن کو پیار کرتی ہو  
 محبت بھری نگاہوں سے  
 تم جھلاتی ہو ایک ننھے عقیدت مند کو  
 تم تھامے ہو ایک نئی مثال  
 علی اصغرؑ کی کرامات کی



مبارک آغوش میں شفیق ماں کی  
 فتح مند بازوؤں پر نامی باپ کے  
 ہلاک کر دیا تجھ کو پیاس نے خونی خراش سے  
 نہ چاہا تو نے جھکانا اپنا غیور سر

حکم کے سامنے ظالم یزید کے  
 جواز سرتاپا آتش تھا  
 موت کو ترجیح دی تو نے  
 غلامی کی ذلت سہنے سے  
 اور جان دی تو نے  
 تحفظ کی خاطر خود داری کے  
 ہلاک کر دیا تجھ کو پیاس نے  
 تپتے سورج کے نیچے  
 ماتمی چیخ پکار میں  
 زد میں آتے ہوئے  
 شعلہ فشاں دشمن کی  
 قبول نہ کیا تو نے زندہ رہنا  
 برداشت کرنا ذلت کا  
 جس کا ازالہ ممکن نہ ہو

اور سہنا غیظ و غضب بے رحم ظالم کا  
 سب سے بڑے علمبردار غیرت و حریت کے  
 حفاظت کی تیرے فخر کی  
 تیرے مقصد کی عظمت نے  
 جان دی تو نے دریا کے کنارے  
 لہروں کے قریب  
 آخری سانسیں بھرتے ہوئے  
 نجس فرمانرواؤں کے سامنے  
 عجز و نیاز کرنے سے  
 حوالہ کیا تو نے اپنی سلامتی کو  
 بزدلوں کے ظلم کے  
 تاکہ حاصل ہو تیری قربانی کی بدولت  
 غیر فانی فتح صداقت کو



یہ ایک حکم ہے آسمانی  
یہ ایک قانون ہے شہنشاہی  
جس نے روزہ رکھنا فرض قرار دیا  
تمام نسل انسانی پر  
کوئی فرد جدا نہیں ہے اس حکم سے  
تحتِ سلطانی تک  
مستثنیٰ کئے گئے ہیں اس حکم سے  
فقط معصوم بچے  
مگر کتنا دلیرانہ کارنامہ ہے  
اے میرے آقا  
روزہ تیری راسخ العزم روح کا  
جبکہ فرض بھی نہیں عائد تھا  
تیرے اوپر روزے کا

کیسا بزدلانہ ظلم قاتلوں نے کیا  
 تیری جان پر  
 کہ تجھ کو لمحہ بھر کے لئے اجازت نہ دی  
 اس روزے کو افطار کرنے کی  
 تمام آسمانوں کے فرشتے  
 جنہوں نے مشاہدہ کیا  
 یہ حیرت انگیز کمال تیرا  
 ہمیشہ مدح خواں رہیں گے  
 خضوع کے اس بے مثال نمونے کے  
 جس سے سیراب ہوئی  
 گہرائی معصوم دل کی  
 وہ لگاتار  
 آسمانی راگ گاتے رہیں گے  
 منقبت میں ایک ننھے پیارے کی

جو مقابلہ کر کے ہتھیاروں کا  
 پوری بہادری سے  
 موت کا نشانہ ہوا  
 اپنے معبود کی محبت میں  
 شروع ہی سے تیرا آسمانی چہرہ  
 خیرہ کرتا ہے آنکھوں کو  
 اپنی معصومانہ صورت سے  
 شروع ہی سے تیرا آسمانی چہرہ  
 ضو افشانی کرتا ہے ہمارے اوپر  
 جس میں بادل کبھی اڑے نہیں ہیں  
 سیارے آسمان کا مقدس سورج  
 تیری مصیبت  
 بے فائدہ نہ تھی میرے آقا!  
 تیری شہادت

تیری کلفت و مصیبت

نہیں تھی علی اصغرؑ

تری جان پر

کہ تجھ کو لہجہ بھر کے لئے اجازت نہ دی

اس روزے کو افطار کرنے کی

تمام آسمانوں کے فرشتے

جنہوں نے مشاہدہ کیا

یہ حیرت انگیز کمال تیرا

ہمیشہ مدح خواں رہیں گے

خضوع کے اس بے مثال نمونے کے

جس سے سیراب ہوئی

گہرائی معصوم دل کی

وہ لگاتار

آسمانی براگ گاتے رہیں گے

منقبت میں ایک ننھے پیارے کی  
 جو مقابلہ کر کے ہتھیاروں کا  
 پوری بہادری سے  
 موت کا نشانہ ہوا  
 اپنے معبود کی محبت میں

— (۲۹) —

شروع ہی سے تیرا آسمانی چہرہ  
 خیرہ کرتا ہے آنکھوں کو  
 اپنی معصومانہ صورت سے  
 شروع ہی سے تیرا آسمانی چہرہ  
 ضو افشانی کرتا ہے ہمارے اوپر  
 جس میں بادل کبھی اڑے نہیں ہیں  
 سیارے آسمان کا مقدس سورج  
 تیری مصیبت



بے فائدہ نہ تھی میرے آقا!

تیری شہادت

تیری کلفت و مصیبت

نہیں تھی علی اصغرؑ

سامانِ عبثِ موت کا

تیرے مصائب نے

پورا کر دیا مقدس مقصد

تیری عظیم قربانی کا

اور کر بلا کی ریتیں

بن گئیں صحنِ عبادت خانہ کا

جہاں سورہا ہے

اپنی روشنی کے حلقے میں

سب سے زیادہ پیارا فرزند

خدا کا

— (۳۰) —

ظالم لوگو! دیکھو  
 ضعیف باپ کے بازوؤں پر  
 جلتے سورج کے نیچے  
 دیکھو! دیکھو

خدا کے پیارے معصوم کو  
 دیکھو نازک بچہ بند کئے ہے  
 اپنی آنکھوں کے پردوں کو  
 جس طرح پیش کیا گیا ہو  
 ایک آہو بچہ کسی قربان گاہ پر  
 مہلک سورج کے نیچے  
 رحم کھاؤ لوگو!

اس شفاف نورانی مخلوق پر  
 جس کی شمع حیات گل ہونے کو ہے

جس طرح گلاب کا پھول مرجھاتا ہے  
 بادِ خزاں کے جھونکوں سے  
 رحم کھاؤ اس نازک مخلوق پر  
 رحم کھاؤ اس نازک مخلوق پر  
 جو جان دیتا ہے فطرت کے نمونے دیکھے بغیر  
 بہت دور فصل بہار سے  
 سلا دو اُس کو سایہ میں  
 گھنگھور گھٹاؤں کے  
 جو پھیلا رہی ہیں اُفق پر لانی سنہری کرنیں  
 لیکن چرخ نیلگوں  
 سخت دشمن طوفان ابر باراں کا  
 لگا تار پھینکتا ہے  
 اپنی چنگاریاں پیاسی ریتی پر  
 کہیں ایک بھی جھونکا ہوا کا

حرکت نہیں کرتا فضا میں  
 بے سود جویاں ہیں جس کے لئے  
 پرندوں کی مصیبت زدہ آنکھیں  
 تپتا آسمان نہیں ہے  
 مگر ایک فنا کر دینے والی آگ  
 جو خشک کرتی ہے چشموں کو  
 اور سُکھا دیتی ہے نباتات کو

— ❁ (۳۱) ❁ —

اے مجبوس شکنجہ مصیبت  
 اے سرمایہ اُمید پر از کرامت  
 وہم و گمان میں نہ آئے  
 اُس نا دیدہ سانحہ مصیبت کے ہیرو  
 موہ لینے والے قاتلوں کو  
 سب کھڑے کھڑے دیکھ رہے تھے

بچے کو  
 چوٹ پڑ رہی تھی سب کے دل پر  
 سب دیکھ رہے تھے  
 موجیں مارتے ہوئے پانی کو  
 بجبر قابو پاتے ہوئے  
 رنج و الم کے جذبات پر  
 شرمندگی اتر چکی تھی، دل کی گہرائی میں  
 انتہائی تکلیف دیکھ کر بچے کی  
 کیسے بھی سنگدل جنگلی کیوں نہ ہوں  
 شاید وہ بھی ضرور بچھا دیتے  
 دل جلانے والی پیاس معصوم کی  
 چند قطرے تازہ پانی سے  
 ہر ایک کا دل چاہتا اُن میں سے  
 آگے بڑھتا اُن میں کاہر کوئی

حیف! ناس ہو بزدلی کا  
 کیسا ستم انسان نے کیا انسان پر  
 ذلیل بھوک کی بدولت سونے کی  
 طمع میں حقیر معاوضہ کی  
 جو عمر نے پیش کیا ہے  
 حفاظت کے لئے ندی کے کنارے کی  
 دیکھتے رہے بچہ مبتلا ہے مصیبت میں  
 مگر کسی نے بھی رحم نہ کھایا  
 اُس کی معصومیت پر  
 کسی نے جرأت نہ کی پہلا بننے کی  
 جو ایک قدم آگے بڑھا کر  
 حمایت کرے ننھی جان کی  
 دیکھنے میں انسان  
 حقیقت میں مردہ ضمیر

اخلاقی جرأت سے کورے  
 لڑائیوں میں خونخواریاں کئے ہوئے  
 سنگ دل بے رحم شیاطین  
 تھوڑا سا سونا جو مل دیا گیا  
 اُن کی ہتھیلی میں  
 اُس نے اُن کو بنا دیا  
 سب سے زیادہ ناپاک انسانی دنیا میں  
 اور سب سے زیادہ حقدار  
 آسمانی نعمتوں کا

— (۳۲) —

کون تھا زیادہ ظالم  
 عمر کا حکم یا تیر حرمہ کا؟  
 حرمہ سیاہ کا اہل کا زادہ  
 جس کا تیر پیوست ہو گیا

خشک حلقوم میں، بیکس معصوم کے  
 اور فقط ایک چلوپانی کے لئے  
 نشانہ بنایا بچے کو زہر آلود تیر کا  
 تو کون تھا آ خر زیادہ ظالم  
 عمر کا حکم یا تیر حرمہ کا؟  
 رحم!

یہ تھی مانگ ستم رسیدہ پدر کی  
 اپنے معصوم فرزند کے لئے  
 جس نے درخواست کی ان سنگدلوں سے  
 کہ تھوڑا سا پانی دیا جائے بچے کو  
 ”رحم“

یہ تھی درخواست  
 ”موت“

یہ تھا آخری جواب



لو وہ ظالم سب ادھر ادھر ہو گئے  
 جیسے وہ اکٹھے ہوئے تھے  
 مگر کس طرح اور کیونکر بھلائی جاسکتی ہے  
 یہ دردناک شہادتِ ابد تک  
 یہ تو ہمارے لئے وظیفہ رہے گی  
 جس کو ہم دُہراتے رہیں گے  
 آخری انصاف کے دن تک



تیری ہی ذات میں میرے خدا!  
 میں نے بھروسہ رکھا ہے  
 تیرے ہی لئے ہیں  
 میری سب قربانیاں  
 اُف نہیں کی میں نے  
 جبکہ واجب الاقتتال حکم نے تیرے

لے لیا مجھ سے خزانہ  
 بچے کی معصومیت کا  
 کیا کروں جو خم نہ ہو جاؤں  
 تیری قدرت کے حضور میں  
 نہیں ہے کیا تو  
 سلطان سب سلاطین کا؟  
 میں جھکاتا ہوں سر نیاز  
 تیرے حکم کے سامنے  
 میں تسلیم کرتا ہوں تیری مرضی کو  
 اپنی رحمت محفوظ رکھیو  
 میرے حق میں روز انصاف کے لئے  
 اُس دن کہ جب تو اکیلا مالک ہوگا  
 روحوں کا  
 اُس دن کے سب نیکو کار

یکجا ہو جائیں گے  
 اور بدکار اپنی سزا کو پہنچیں گے  
 اُس دن کے بد زبان ظالم  
 ڈال دیئے جائیں گے  
 بھڑکتی ہوئی آگ میں  
 اور وہ جو گامزن تھے  
 صداقت کی راہ میں  
 تیرے جھنڈوں کے پھریروں کے سائے میں  
 کھل جائیں گے  
 جس طرح گل سبزے کے درمیان میں  
 چنبیلی جیسے بکھرے پھول  
 یا چمکتے ستارے  
 جگمگاتے آسمانوں میں  
 یہ تھی وہ شیریں مناجات

جو معبود کے حضور میں

نیاز مندانہ

اور محبت بھرے انداز میں

مظلوم حسینؑ نے خاک آلودہ پیشانی

بلند کئے نگاہیں آسمان کی طرف

بازوؤں پر لئے ہوئے

معصوم کی خون آلود میت

پیش کی تھی خفی آواز میں

نذر کرتے ہوئے معبود کے حضور میں

ذبیحہ زرد چہرے والا

علی اصغرؑ جو ماہ نو کا نمونہ تھا

— (۳۴) —

نازل ہو خدا کی رحمت

تیرے بلند رتبہ والد پر

اُن کی عاجزانہ خاکساری کے لئے  
 معبود کے حضور میں  
 جو روشنی کا پیدا کرنے والا  
 خالق ہے چیونٹی کا اور شیر کا  
 رحمت ہو خدا کی تجھ پر  
 اے مقدس ذبیحہ  
 جس کا خالص خون بہہ گیا  
 اتنی جلدی سے  
 جو پیش کرتا ہے اپنے والد کو  
 اپنے فرزند بلند رتے والے  
 ساری عنایات خالق کائنات کی  
 بچے جن کو پالا گیا  
 شفقت پدری میں  
 اور ماؤں کی مامتا میں

جو اُن کو دودھ پلاتی ہیں  
 قیمتی پھل ہیں  
 ایک شاداب درخت کے  
 جس کی شاخوں پر ہمیشہ  
 بہار کا سماں نظر آتا ہے  
 اے وہ جس نے اُن کو ہدیہ کر دی  
 اپنی انتہائی تازہ معصومیت میں  
 اپنی زندگی اور آسمانی برکتیں  
 درخشاں رہے گا ہمیشہ ہمیشہ  
 مانند جگمگاتے فوملہا کے

— (۳۵) —

تمام اُن ناموروں کے درمیان  
 جن کو دنیا احترام سے یاد کرتی ہے  
 کس نے مقابلہ کیا ظلم کا بہتر طور پر

کیا وہ برطس تھاروم میں  
 یا وہ مسیح تھے یروشلم میں  
 میں کہتا ہوں علی اصغرؑ  
 جس نے جیت لی فتح  
 جنگ کئے بغیر

وہی ہے ساری دُنیا میں  
 حقیقی پیغامبر امن و امان کا  
 وہ آفتاب نصف النہار ہے  
 جو طالع کرتا ہے اپنی شعاع سے  
 تاریک رات میں  
 ایک نئی شفق صبح کی  
 وہ ستارہ بچوں کا  
 جس کی چمک خود بتلاتی ہے  
 اُس کی قدر و منزلت کو

ڈالتے ہوئے اپنی شعاعیں  
 جو دل سے زیادہ روشن ہیں  
 اُن دلوں پر جن سے لو بلند ہوتی ہے  
 امن و اتحاد اور محبت کی  
 اے بچو آداب کرو اپنے آقا کو  
 جمع ہو جاؤ اس کے گرد اور فخر و ناز کرو  
 اُس نے موت پسند کی  
 امن و امان کی خاطر  
 اور مخلوق کی فلاح و بہبود کے لئے  
 تاکہ نجات حاصل ہو انسان کو  
 اور ٹوٹ جائیں  
 زنجیریں غلامی کی

— (۳۶) —

کیا جذبہ حوصلہ افزا



مصائب سے مقابلہ کرنے کا  
 کیا جوش و ولولہ دستگیری کا  
 مظلوموں اور مصیبت زدوں کی  
 الہام کرتی ہے  
 دریادل انسانوں کو  
 یہ درد بھری شہادت  
 اور یہ غمناک سانحہ  
 کیسا شفاف چشمہ  
 رحمت و مہربانی کا  
 کیسی روح تنفر  
 جابروں اور ظالموں سے  
 ہمارے اندر پھونکتی ہے یہ قربانی  
 یعنی شرمناک جو رستم سہنا  
 ذبیحہ نچے کا

کیسا فخر و ناز مصیبت میں  
 کتنی لعنت نا انصافی پر  
 کتنی رسوائی  
 سب ظالموں کے لئے  
 کیسی فتح بد اعمالی پر  
 یعنی ایک بچے کی موت  
 اس لئے

کہ ایک روز زندہ ہو جائے  
 عدل و انصاف

— ❁ (۳۷) ❁ —

بچوں کے آقا  
 تیرے جد بزرگوار علیؑ  
 پاک دلوں کے سردار  
 جنہوں نے اپنی جگہ حاصل کی

عالم بالا میں  
 آسمانوں کی بلندیوں پر  
 اعلیٰ علیین میں  
 جس جنت میں  
 تیری دادی فاطمہ زہرا کو  
 سیادت حاصل ہے سب عورتوں پر  
 لیکن تو مصیبت کے صحرا میں  
 کربلا کی جھلنتی لوؤں میں  
 مانند وبائی بخار کے  
 سلگ رہا ہے پیاس سے  
 تیری دادی فاطمہ زہرا  
 انتظار کرتی ہیں تیرا  
 پیارے ذبیحہ!  
 انتظار کرتی ہیں ہاتھ پھیلائے

خوش آمدید کرتی ہیں تجھ کو جنت میں  
 جہاں وہ خاطر کریں گی تیری  
 خود اپنے ہاتھوں سے  
 تاکہ تسکین پائے  
 تیری پیاس اتنے عرصے کی  
 تیری دادی فاطمہ زہرا  
 کھڑی ہیں نفیس دودھ لئے  
 تیرے انتظار میں

— ❁ (۳۸) ❁ —

کافی ہو ایک تیر  
 ختم کرنے کے لئے تیری ننھی عمر کو  
 کافی ہو ایک تیر  
 بجا دینے کے لئے تیری شمع حیات  
 کافی ہو ایک تیر

قطع کرنے کے لئے رشتہ امید  
 لیکن تیر حسن مانند شفق صبح کے  
 اب تک نور پیدا کرتا ہے  
 ہماری نگاہوں میں  
 اور تیری خوشبو مہکتی ہے  
 گلاب کی خوشبو میں  
 جنت کے فرشتے!  
 اڑ گیا تو غیر قانونی بلندی کی طرف  
 ایک ہی پرواز میں  
 جس طرح پرندہ پر کھول کر اڑ جاتا ہے  
 پرواز کی ٹونے  
 رحمت کے آسمانوں کی طرف  
 جہاں گلے لگا لیا تجھ کو  
 خدا کی رحمت نے

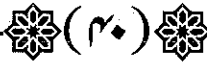
تیرا نورانی چہرہ جگمگا رہا ہے  
 خالق کے حضور میں  
 یہ ہے معبود کی شفقت ہمارے حال پر  
 اب میں سمجھتا ہوں  
 کہ ہمیشہ جب شام ہوتی ہے  
 تو کیوں آسمان خونی نظر آتا ہے  
 فاختہ کے گلے کی طرح  
 سورج کے ڈوبتے ڈوبتے

— (۳۹) —

کون نہیں چاہتا اصلاح  
 مقدس امید  
 پیارا نصب العین  
 مگر کیسا کچھ کٹھن ہے یہ منصوبہ  
 کبھی کسی نے دیکھا ہے پہاڑوں کو

اپنے مقام سے حرکت کرتے ہوئے؟  
 اور بڑی بڑی عمارتوں کو  
 اپنی جگہ بدلتے ہوئے؟  
 اسی طرح نہیں بدل سکتا انسان  
 اپنی بد عادتوں کو  
 جو کسی طرح اُس کا پیچھا  
 چھوڑنے والی نہیں ہیں  
 مگر ہمت اور حوصلہ  
 ایک دن ضرور ہماری کوششیں  
 آخر فتح پائیں گی تمام دشواریوں پر  
 معجزہ دکھلائیں گی خوبیاں  
 اور نیکو کار  
 قوی تر ثابت کر رہے ہیں گے  
 انگشت بدنداں رہ جائیں گے

بد اعمال انسان  
 وہ دیکھیں گے  
 اپنی قوتوں کو مٹتے ہوئے  
 اور نظر آئے گا  
 کہ ہماری مصیبتوں کے ایام  
 ضائع اور برباد نہیں چلے گئے



ہر ایک چیز کا ایک موسم ہے  
 ایک وقت ہے کہ ہری بھری شاخ  
 اپنے کو جھکا دیتی ہے  
 فصل بہار کے جھونکوں کے سامنے  
 لیکن خشک لکڑی  
 کسی طرح خم نہیں کی جاتی  
 خالص سونے پر



جو نقش بھی بنایا جائے  
 وہ ویسا ہی درخشاں ہے  
 جیسا کہ ٹکاؤ  
 لیکن جو نہی کہ ناملائم آلائشوں کی بدولت  
 آب و تاب زائل ہوئی  
 طلائی تختی کی  
 پھر سب نقوش کی حالت وہی ہے  
 جیسے کوئی مہر لگانے جائے پانی پر  
 بچپن ہی ایک فصل ہے موزوں  
 خالص روحوں کو ریاضت دینے کے لئے  
 اُس کے بعد تو زمانہ آتا ہے  
 نا انصافی اور کج روی کا  
 جو ماں ہے سب غلطیوں کی  
 پائیدار ہے فقط وہی اصلاح

جو گہوارے کے اُفق سے طالع ہو

یہی ہے صرف وہ اصلاح

جو ہیر و پیدا کر دکھلاتی ہے

جن کے دل عزم و استقلال سے

بھرے ہوتے ہیں

دوسری ہر ایک اصلاح تو بس

جیسے بہت سے شیریں چشمے

اپنے پانی ضائع کر دیتے ہیں

ریت میں

— (۴۱) —

ہم معصوم بچے

گہری اور مستحکم بنیاد

جس پر عالی شان عمارتیں قائم ہوں

اگر بنیاد ہی میں کمزوری باقی رہ جائے

تو پھر دنیا کی سلامتی کا خدا حافظ  
 اس لئے ضروری ہوا  
 کہ ایک عظیم الشان ڈرامہ  
 ترتیب دیا جائے  
 ہماری قوت کے مظاہرے کی غرض سے  
 اور تاکہ اعلان ہو جائے  
 پورے عالم میں  
 کہ ہمارے ہی ہاتھوں  
 پہنچا ہے نوع بشر کو  
 پیغام محبت کا  
 اتحاد اور رحم و کرم کا  
 ضروری ہوا  
 کہ ایک غیور پیاسی فوج  
 پیارے معصوموں کی

دیر تک عبث کوشش کرتی رہے  
 پانی جیسی پیاری چیز کی  
 اپنی دردناک چیخ و پکار سے  
 تاکہ معلوم ہو جائے انسانی دنیا کو  
 معمول سے کتنی بلند تر طاقت  
 اپنے اندر پوشیدہ کئے ہیں  
 معصوم بچے  
 اور کس قدر فقط انہیں کی بدولت  
 محبت اور معصومیت  
 پروان چڑھی ہیں عالم میں

— (۴۲) —

اگر مجھ سے کوئی پوچھے  
 کون وہ آقا ہے اس ارضی دنیا میں  
 جس کی بدولت ہم مالک ہوئے

بار آور دلوں کے  
 سب سے بڑا مصلح دُنیا کا  
 جس کے مدرسے کی تاسی کرنے والے  
 جیتے جاگتے نمونے  
 اُس کی طہارت و شفا فی کے  
 اور سب سے زیادہ پاکیزہ مقتدی  
 میں جو اب دوں گا اپنی بھرپور جان سے  
 وہ علی اصغر ہے میرا شیریں آقا  
 جس کے سکھلائے ہوئے سبق  
 افکار کو جلا دینے والے  
 اپنی حیات بخش نورانیت سے  
 دلوں کو منور کرنے والے  
 جو جذب ہو جاتے ہیں روحوں میں  
 اپنی حرارت سمیت

نور کا وہ نقطہ مرکزی  
 جو دلوں کی تہوں میں پوشیدہ ہے  
 ستارہ بے مثال اپنی درخشندگی میں  
 جو اپنے گروپ کی چیدہ ہستیوں کے ساتھ  
 جن کے دل آتشِ محبت سے بھڑک رہے تھے  
 چمکا، کر بلا کی مقدس زمین پر  
 پیش کیا اُس نے اپنی ہستی کو  
 قربانی کے لئے  
 تاکہ اُس کا عالی شان نمونہ عمل  
 سہرا بنا رہے ہیں غیر فانی اقبال مندی کا  
 اخیر دم تک دُنیا کے  
 کر بلا! آسمانی اُمید  
 اصلاح کے درخشندہ ایام کی صبح صادق  
 آنکھوں کو خیرہ کرنے والی

تیرے ہی اندر سے حیات تازہ پائیں گے  
مرجھائے ہوئے دل معصوموں کے

— ❁ (۲۳) ❁ —

سارا عالم دم لئے بغیر

محو ہے اسی جستجو میں

کہ صداقت کیا ہے

دانا ہوں یا سادہ، سب

ہمہ تن مصروف ہیں اسی کام میں

مگر کسی کو پتا نہیں شمع حقیقت کا

لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے

میں فیصلہ کر چکا ہوں

کہ تیرے مقدس خون کے قطرات

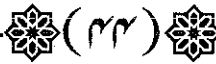
میرے آقا!

ایک آسمانی چشمہ ہیں

جس میں غرق ہو جاتے ہیں  
 تمام شکوک اُن دلوں کے  
 جن کو الہام کا درجہ حاصل ہے  
 سرزمین کربلا!  
 بن جامقدس ترین ہمارے لئے  
 بن جا ہمارے لئے قبر اور جھولا  
 جو خالص خون بہہ گیا  
 ہمارے آقا کے زخمی گلے سے  
 نہیں ہے مگر ایک تازہ دریا  
 دریا محبت کا  
 جہاں وہ جن کی رو حیں تشنہ ہیں  
 اپنی پیاس کو تسکین دیں گے  
 جو پیوست ہو چکی ہے اُن کے گلے میں  
 جو ان کی حلق تر کرنے، جاتی ہے



آسمانی شراب کے بھنور کی طرف  
 خاک کر بلا!  
 تیرے اندر محفوظ ہے یاد  
 ایک ننھے مزار کی  
 جس کو دُنیا نے  
 چھان کر تاریخ کے ہر دور کو  
 چن لیا ایک مشعل بنانے کے لئے



ہم ننھے معصوم  
 اِس دُنیا میں آئے ایسے عالم سے  
 جو خالص روشنی سے منور ہے  
 ہماری روح  
 دُنیاوی جھگڑوں سے نا آشنا  
 اب بھی مربوط ہے

ازلی چشمے سے  
 زمانے اور صدیوں کا تفاوت  
 فرق نہیں کرتا  
 ہماری روح کی معصومیت میں  
 ہمارے دل دھلے ہوئے ہیں  
 نیکیوں کے چشموں سے  
 معطر ہیں  
 وہیں کے پھولوں کی خوشبوؤں سے  
 مگر افسوس کے ہمارا لگاؤ  
 جتنا زیادہ بڑھتا ہے  
 اس دنیا سے  
 اس عالم سفلی سے  
 اور گویا ہمارے اندر بیداری پیدا ہوتی ہے  
 اتنی ہی لطافت

ہم سے رخصت ہوتی جاتی ہے  
 اور نا انصافی سے کہا جاتا ہے  
 کہ ہماری روح  
 ترقی کے مدارج طے کر رہی ہے  
 آہ! ہم باقی نہ رہ سکے  
 پھول اپنی طفولیت کا  
 اور لطافت اپنے اولین ایام کی  
 اپنی روحوں کی صفائی  
 اور برکت و معصومیت ملائے اعلیٰ کی  
 وہ بے مثال سرمایہ  
 جو مٹ جانے کے لائق نہیں

— (۴۵) —

جوں ہی کہ ہم نے قدم رکھا  
 اس فریب و مکر کی دنیا میں

ہم آشنا ہوتے ہیں باہمی تنافر سے  
 بے رحمی سے اور جور و ستم سے  
 جو ہم کو آنسو رلاتے ہیں  
 آؤ ہم سب مل جل کر روئیں  
 آخر برداشت تو کرنا ہے اس دکھ کو  
 ایسا ہو کہ ہم سب کے آنسو  
 اکٹھے ہو کر بن جائیں  
 ایک ایسا چشمہ  
 جو ہم کو امید کی راہ لگا دے  
 جو خاتمہ کرنے والی ہو  
 اس درد و بلا کا  
 ایسا ہو کہ ہمارے آنسو  
 تیار کر دیں ایک سمندر  
 جس سے طالع ہو

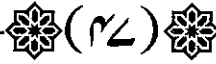
نہایت خوبصورت روشنی دن کی  
 تاکہ دیکھیں آسمان  
 صبح کی نئی شفق پھلتے ہوئے  
 اور دائمی محبت  
 آؤروئیں گکھلنے دیں  
 اپنی آنکھیں شیریں آنسوؤں میں  
 ہوا کرے ساخت پرداخت والدین کی  
 بے چین ہو کر ہماری کڑھانے والی چیخوں سے  
 جو برآمد ہوتی ہیں ہمارے افسردہ دلوں سے  
 آؤ! روئیں دردناک داستان پر  
 اُس پیارے معصوم کی  
 جو ذبح ہو گیا اپنے خلوص کے نام پر  
 آؤروئیں مصائب پر  
 اُن برگزیدہ ہستیوں کی

جو اُسی کے ہم نصب تھیں  
 اور اُسی قانون پر جاں بحق ہوئیں  
 جس پر قربان ہو گیا وہ خود بھی

— (۴۶) —

یہ کیوں اتنے کچھ جنگجو سپاہی  
 نظر آتے ہیں دُور تک  
 ندی کے کنارے  
 پیادے اور گھوڑے سوار  
 مسلح ہتھیاروں سے  
 اور ڈھالوں سے  
 کیوں یہ ننگی شمشیریں  
 کھینچیں ہیں باہر نیاموں سے  
 کیوں یہ کالے رنگ کے لوگ  
 آئے ہیں

غیر معلوم سرزمینوں سے  
 یہ نیزے انیوں والے  
 یہ شمشیریں یہ بھالے  
 اور یہ مہلک خنجر  
 کس لئے یہ اتنے گھوڑے سوار  
 رات دن ندی کے کنارے  
 پہرہ دیتے ہیں گھاٹ پر  
 جہاں اونٹ پانی پیتے ہیں  
 کیوں یہ سارے راستوں میں  
 اور لق و دق صحرا میں  
 دکھائی دیتے ہیں  
 ہتھیار ہی ہتھیار  
 خونخوار فوجیوں کے ہاتھوں میں



آہ! یہ اس لئے ہے سب کچھ  
 کہ ایک تسکین بخش موج دریا کی  
 نہ پا جائے کہیں اُن بد قسمتوں کو  
 جو محصور ہیں اپنے پڑاؤ میں  
 اس لئے ہے یہ سب کچھ  
 کہ ہلاک ہو جائیں قاتل پیاس سے  
 دم گھٹنے والے صحرا کے اسیر  
 وہ مر رہے ہیں  
 ایک ہولناک بخار سے  
 وہ معتوب ہیں  
 ایک نجس تاجدار کے  
 پیاس نے خشک کر دیئے ہیں  
 لب اُن کے



اور آنسو خشک ہو چکے ہیں

اُن کی آنکھوں میں

لیکن یہ پیارے معصوم

جن میں ظالم نہ پاسکے گا

بہت سا خون

کبھی نہ جھکائیں گے اپنا سر

رحم کی درخواست کے لئے

طاقتور خلیفہ کے سامنے

یہ کبھی خم نہ کریں گے اپنا سر

حاکم کے حضور میں

جو بھرا ہوا ہے حسد سے

جو خوشی سے ہنستا ہے

اُن کے کفنوں پر

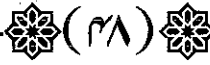
جو اپنے والوں کو دیتا ہے

اور زندگی کا منکر ہے

اُن کے لئے

جو مقابلہ کرتے ہیں

اُس کے تکبر کا



شیریں دختر سیکینہ پیاری

کیا ہے کہ آج وہ

اپنی نازک خواب گاہ سے باہر ہے

آج وہ کیا کرتی ہے

جو کبھی جدا نہ ہوتی تھی

اپنے بھائی سے

کیوں آج وہ نظر نہیں آتی

نازک جھولے کے پہلو میں

جھلاتے لوریاں دیتے

پھول جیسے بچے کو  
 جو اُس کی سب سے پیاری  
 اور لذیذ ترین خواہش ہے  
 اُس نے دیکھ پائی ہے خوفناک موت  
 رنگی ہوئی اپنے بھائی کے چہرے پر  
 وہ اپنی سب تکلیف کو بھولے ہوئے  
 نکل پڑی ہے  
 درندہ دشمنوں کے سامنے  
 مصیبت زدہ بلبل اڑتی گئی ہے  
 عبث کریدنے کے لئے ریتی کو  
 تاکہ تھوڑا سا پانی نکال لائے  
 اُس میں سے  
 جو نجات دے سکے  
 ناقابل برداشت تکلیف سے

سسکتی نازک جان کو  
 لیکن قسی القلب صحر میں  
 کہیں نام کو نہیں پانی مرنے والوں کے لئے  
 جو جان بلب ہیں مہلک پیاس سے  
 اور اسی زمین پر کیسی نشاط سے  
 ایک دریا  
 بڑے پاٹ اور چوڑے سینے والا  
 اُچھلتا جا رہا ہے  
 اپنی نیلگوں موجیں  
 جن کو دیکھ کر غم کے آنسوؤں سے  
 آنکھیں ڈبڈباتی ہیں  
 ننھی بچی کی  
 کچھ دور نہیں ہے  
 یہ بہتا پانی

مگر ہزاروں نیزے اڑے ہیں  
 اُس کے اور دریا کے درمیان میں  
 پھول جیسا کملا رہا ہے  
 اُس کا ذبیح بھائی  
 اور کتنے کچھ کنول  
 لہلاتے نظر آتے ہیں  
 دریا کے کنارے

— ❁ (۴۹) ❁ —

کیسی کچھ وہ خوشی سے  
 پھولی نہ سماتی  
 اگر ایک مسکراہٹ سے  
 اگر آنکھوں کے ایک اشارے سے  
 علی اصغر!  
 تو دے سکتا جواب

اُس کی پیاری باتوں کا  
 اگر آواز کے ختم ہو جانے کے بعد  
 اور آنکھیں بند ہوتے ہوئے بھی  
 کم از کم اُس نے دیکھا ہوتا  
 تجھ کو گلاب کی پنکھڑیاں  
 ہلاتے ہوئے  
 مگر افسوس!  
 کہ اُس کی دل موہ لینے والی صورت  
 رہ گئی کملائے پھول کی طرح  
 جب سے اُس نے دیکھا  
 کہ تیری ہستی کو  
 صبح زندگی میں  
 مس ہو رہی ہیں  
 تاریکیاں قبر کی

وہ زار و قطار روتی ہے  
 دعا کرتے ہوئے معصوم بھائی کے لئے  
 جو دم توڑ رہا ہے  
 جھولے میں  
 وہ شکوہ کر رہی ہے  
 مردہ آواز میں  
 آواز بھی کہاں  
 مگر لانی سسکیاں

— (۵۰) —

عباسؑ کیسے کچھ مخلص چچا  
 نامی بہادر علمبردارِ فوج  
 بتلا جانِ کارنجِ و الم میں  
 جھکائے ہوئے اپنا پر شکوہ چہرہ  
 دیکھتے ہیں بلند ہمت ننھی بچی کو

گرتے پڑتے  
 یکا یک سروں کے قریب  
 اپنے نیم جان ساتھیوں کے  
 دیکھتے ہیں  
 جان بلب تشنہ کاموں کو  
 خالی کوزے بلند کر رہے ہیں  
 آسمان کی طرف  
 ظالموں تک کے چہرے  
 فق پڑ گئے ہیں  
 اس دردناک منظر سے  
 پھر کھینچے ہوئے  
 اپنی شعلہ فشاں مشعل  
 تابعداری فولادی شمشیر  
 بڑھے تن تنہا



پوری فوج کے مقابلہ کو  
 جانچے دریا پر  
 جو موجیں مار رہا ہے  
 اُن کے خود سے چھوٹ پڑتی ہے  
 جس طرح روشنی کے مینار سے  
 جو رعب سے دبائے ہوئے ہے  
 سفاک دشمنوں کے دلوں کو  
 جو کھسیانے بنے پیچھا کئے تھے  
 مگر کہاں تاب اُن میں  
 بہادر کی جرأت اور شجاعت کا  
 جواب دینے کی  
 جس نے ان کو تتر بتر کر دیا  
 اپنے نیزے سے  
 گرائے بغیر ایک قطرہ خون کا

ان کا علم ریشمی شکنوں والا  
 لہلہا رہا ہے موجوں پر  
 اور چھایا ہوا ہے  
 جس طرح کشتی کا بادبان  
 سمندر پر  
 چیلنج کرتے ہوئے  
 ذلیل و احمق دشمنوں کو  
 ان کی آنکھیں پھینک رہی ہیں  
 خونِ برق  
 کبھی نہ خیال آیا  
 واہ کیا کہنا  
 عظمت کی اس اعلیٰ مثال کا  
 کبھی نہ خیال آیا اُس آگ کا  
 جو شعلے بھڑکار رہی تھی

اُن کے سینے میں  
 کچھ اور فکر نہ تھی  
 مگر بس پیارے معصوموں کی  
 جن پر وہ سو جان سے فدا تھے  
 چل پڑے وہ تپتے سورج کے نیچے  
 مشکیزہ لئے پانی سے بھرا ہوا  
 ایک لمحہ کے لئے تسکین دیئے بغیر  
 اُس پیاس کو  
 جو اُن کو جان بلب کئے تھی  
 خوش خوش  
 زندگی اور مسرت کا  
 پیغام لئے جاتے ہوئے  
 موت کی دہشتوں کے بتلا  
 معصوموں کو

— (۵۱) —

افسوس ہرگز یہ پانی

جس پر فتح پائی

سیکنہ دلربا کی خاطر

عباسؑ مقدس ہیرو نے

آہ ہرگز یہ معجزہ والا پانی

نہیں بجھا سکے گا

دردناک پیاس

علیؑ اصغرؑ کی

اپنی شیریں لہروں سے

کیا ممکن کہ یہ نہ جانے والا غم

جو درد و موت کی خرخراہٹ سے

گلے دبارہا ہے

ان پیارے معصوموں کے

پا جائے کبھی بھی یہ آسمانی پانی  
 جو چھاتی کو  
 سانس لینے میں مدد کرتا  
 اور درد سے کراہنے والوں کو  
 زندگی بخشتا ہے  
 عالی مرتبت عباسؑ!  
 جلد ہی ہزاروں تیر  
 برس پڑے آسمان سے  
 جنہوں نے تیری جان لی  
 مگر تجھ کو سرنگوں نہ کر سکے  
 بے سود  
 تیری قوت نے اپنے کو ابھارا  
 تیرے نصیب پہنچ تھے  
 تیری شوکت و جلالت کے سامنے

آخر تو جان بحق ہوا  
 لڑائی کے میدان میں  
 اور تیرے خون نے رنگ دیا  
 شفاف دریا کو  
 آہ! وہ تیر  
 جو تیز اڑان کے ساتھ آ کر لگا  
 تیرے دریا دل سینے میں  
 شگافتہ کر گیا مشکینزے کو  
 اور خالی ہو گئی مشک  
 مسکین بچوں کی  
 اور لالچی ریت  
 پی گئی وہ پانی  
 جو تو معصوموں کے لئے لایا تھا  
 مگر ٹھیک موجوں کے کنارے

جو عبث لہرا رہی ہیں  
 جان دے کر پیاس سے  
 جو کبھی نہ بھائی گئی  
 تو سوتا ہے ابدی نیند میں  
 تاکہ جگمگاتی رہے

ہمیشہ ہمیشہ

یادگار فتح مندی کی  
 تیری اور پیارے معصوموں کی  
 اور فتح کا جھنڈا پھڑکتا رہے  
 سورج کی کرنوں میں  
 ابد تک

— (۵۲) —

کیسی لاچار مصیبت کے عالم میں  
 اے سکینہؑ

تیرے دل کو گرفت میں لئے ہے

کتنے نفیس ہار

ہیروں اور ستاروں کے

کتنے طلائی ظروف

عطر سے بھرے ہوئے

تو نہ دے ڈالتی ننھی بہن

قطرہ بھر پانی کے لئے

جو تر کرے جلتی چھاتی کو

اور جان بیچ جائے کسی طرح

خدا کے پیارے کی

علی اصغرؑ! مصیبت کے مار کی

شیریں بچی زندگی بھر

تو نہ بھولے گی یہ دن مصیبت کا

تیرے اوپر لگی رہیں گی



صدیوں تک  
 نظریں تمام بد قسمتوں کی  
 تیرے بھائی کے  
 سانحہ شہادت میں  
 اُس کی گڑھی ہوئی آنکھیں  
 اُس کی خاموشی  
 آج تک التجا کرتی ہے پانی کی  
 پیاری سکیئہ!  
 اس مایوس گن دن کے بعد  
 پھر کسی روز  
 تیرا زخمی دل  
 پسند نہ کرے گا  
 مسکرانا،  
 صبح کو پو پھٹے بھی

— ❁ (۵۳) ❁ —

نہی بچی سلینہ!

نفس تر ایک حواسے

تو کھو بیٹی ایک نفس چچا

مقدس اقبال

اپنے پورے گھرانے کا

تا بدار چاند نیو کاروں کا

وقار ہاشمی دانش مندوں کا

جس کی بے پناہ شجاعت

چمکی آسمانوں کی بلندی تک

لیکن بڑے غمناک ہیں

تیرے آنسو

جو تُو نے بہائے

— ایک گہوارے کے قریب

جہاں تیرا ننھا بھائی  
 کیسا خوبیوں والا  
 جان دیتا ہے  
 فقط تھوڑے پانی کے لئے  
 سارے کیمپ نے دیکھا  
 یہ رنج و غم تیرا  
 زرد سر اسیمہ  
 وحشت ناک آنکھیں  
 بال پریشان  
 لبوں پر مہر سکوت  
 آنسو لگاتا جاری  
 زلفوں کو تر کرنے والے

— (۵۲) —

کتنی بار میں سوچتا ہوں

رنج و الم کی حالت میں  
 اگر دشمن اپنے تیروں سے  
 چاک نہ کر ڈالتے  
 مشکیزہ پانی سے بھرا ہوا  
 تو تیری زندگی محفوظ ہو جاتی  
 اس مصیبت سے  
 کسے معلوم کہ ایک طویل عمر  
 کیسے شاندار کارنامے  
 تیرے لئے پیش کرتی ہے  
 اور کیسے دن اقبال مندی کے  
 اُس کے بعد نظر آتے  
 ہمارے شافع! تیری حیات میں  
 لیکن پھر تو کیوں نکلتا  
 بے ہوش ماں کی آغوش سے

اور کیوں چھوڑتا  
 اپنے جھولے کی عافیت گاہ کو  
 پیش ہونے کے لئے تنہا  
 ایک فوج کے سامنے  
 مانگنے کے لئے  
 اپنے جماعت کی خاطر  
 تھوڑا سا پانی  
 پھر تو کیسے بنتا  
 روشنی عبادت خانے کی  
 اور وہ چیدہ معصوم  
 جو قربان ہو اسب کے لئے  
 اور ظالم دنیا کس طرح پاتی  
 مثال تیری معصومیت کی  
 جو پیش کی گئی

مقدس رحم کے نام پر

— ❁ (۵۵) ❁ —

اے تیر تو کتنا ظالم تھا

جب تو نے چاک کیا

گلائے معصوم کا

جب تو آ کر لگا

اُس عالی رتبه پدر کو

جس نے ختم کرنے کے لئے

ظالمانہ جنگ کو دنیا سے

دے ڈالا اپنا سارا خون

تو نے چیر ڈالا عین اُسی وقت

دل بچے کی ماں کا

جو آ نسو بہا رہی تھی

جو اپنی خوشیاں کھو چکی تھی

اور تو نے عین اُسی وقت  
 زخمی کیا پیاسی روح کو  
 سیکینہٴ عاشق بہن کی  
 جس کو نصیب نہ ہوا  
 اپنے بھائی کو دیکھنا دوبارہ  
 اے تیر تو کتنا رسوا  
 اور نجس تھا  
 کہ مزید تو نے خون آلود کیا  
 روح کو نیکو کاروں کی  
 جو غم و غصہ سے لرزتے ہیں  
 کتنا مجرم اور غدار تھا  
 تو اے تیر!  
 جس کی نوک  
 ہمیشہ فگار کرتی ہے

ہم معصوموں کے دلوں کو

— (۵۶) —

کس طرح رسوا کیا جائے  
 جی بھر کے، حرمہ نالائق کو  
 بے شرم و بے حیا وحشی کو  
 جب اُس کی کمان نے تیرے ہاتھ کو  
 جو پیارے انداز سے اشارہ کرتا تھا  
 جواب دیا موت کا  
 اُف! میں لرز اٹھتا ہوں  
 جب سوچتا ہوں کہ اگر حرمہ چاہتا  
 تو تیری جان بچا بھی سکتا تھا  
 اب وہ کاٹنا کرے اپنا ہاتھ اور بازو  
 آخری انصاف کے دن تک  
 ہم ننھے معصوم



فصل نو کے تازہ میوے  
 یقین کیا کہ ہمارے دن  
 آگے بڑھیں گے برس بھر سے  
 شاید ہم معاف کر دیتے  
 سنگدل، فاتح کو  
 اگر اُس نے نشانہ نہ بنایا ہوتا  
 تیرے لاغر حلقوم کو  
 زہر آلود تیر کا  
 جو آج تک برساتا ہے دلوں کو  
 مگر کیا اچھا نہیں ہوا  
 کہ تو نے قربانی دی اپنی جان کی؟  
 اے نامدار آقا!  
 ہمارے وسیع اور غیور قبیلے کے  
 تجھ کو فاتح بنایا تیری موت نے

اور تو باعثِ رشکِ ہوا  
 ساری دُنیا کے لئے  
 ننھے معصوم بے ہتھیار  
 تو نے دے دیا اپنا گلوتیر کے لئے  
 لیکن تیرے اس مقدس عمل نے  
 جس کے نام پر تو قربان ہو گیا  
 تجھ کو مرکز بنایا امیدوں کا

— ❁ (۵۷) ❁ —

کہتے ہیں چہرے پر مسکراہٹ تھی  
 جب تیرا آ کر تجھ کو لگا تھا  
 کیا یہ صحیح ہے کہ تیرے خشک لب  
 کھل گئے جیسے گلاب کا پھول  
 لیکن کون کبھی مسکرا نا جانے گا  
 آقا!! اگر تو نہ مسکرایا ہو

کیونکہ فتح مندی کی وہ شان  
 جو مدتوں مردانہ کارنامے دکھلا کر  
 حاصل ہوتی ہے صرف چند شیردلوں کو  
 تو نے اس کو جیت لیا  
 اپنی ننھی جان کی صبح زندگی میں  
 جبکہ شگوفہ ابھی کھلا ہی تھا  
 کیا ایسا ہوا کہ پہلے کی طرح  
 تیرے کان کو سنائی دی کوئی صدا  
 دل کو موہ لینے والی  
 یا تیری دادی فاطمہ زہرا نے  
 تجھ سے دہرایا آسمانی کلام  
 اور نسیم فردوس چھو گئی بستہ کلی کو  
 تیری قربانی پہنچ گئی  
 تکمیل کی منزل تک

اب تیرے لئے کیا باقی رہا  
 سوائے مسکرانے کے  
 لیکن تیری گرامی ماں کی فریادیں  
 برابر بلند ہو رہی ہیں  
 وہ محسوس کرتی ہیں  
 کہ اُن کا جگر چیرا گیا ہے  
 تیرے والد کمر بستہ ہیں  
 شہادت کے لئے  
 اُن کے آنسو جاری ہیں  
 رخساروں پر  
 آمیز ہو کر تیرے خون سے  
 اور تیری شیفٹہ بہن سکینے  
 سسکیاں بھر رہی ہے  
 اُس کا غم حساب سے باہر ہے

مبارک اے فتح مند آقا  
 اس فاخرانہ مسکراہٹ نے  
 تجھ کو نئی زندگی عطا کی  
 حیات جاودانی کی دنیا میں  
 جہاں تجھ کو  
 خوش آمدید کہتے ہیں  
 جمال اور مسرت

— (۵۸) —

اے وہ  
 جو اپنی گرامی ماں کی  
 تمام تر امیدیں  
 اُن کی زندگی کا سرمایہ ناز  
 اُن کی ساری خوشیاں  
 ساری تمنائیں

تو ان کو دکھائی دیا  
 گویا آسمان سے اترتے ہوئے  
 اُن کے مسرت بھرے دل کو  
 خوشیوں سے گھیر لینے کے لئے  
 اُن کا دل محسوس کرتا  
 کہ وہ ایک وسیع مامت سے پر ہے  
 اور وہ متکفل ہیں  
 ایک بڑی ذمہ داری کی  
 تیری کمسنی کی حفاظت کی  
 وہ تیرے رُخ سے نگاہ نہ ہٹاتیں  
 تاکہ خواب دیکھ سکیں  
 تیری شجاعت کا  
 اُن کی ایک ہی آرزو تھی  
 کہ وہ تجھ کو تنومند دیکھیں

جس میں شجاعت کے جوہر کوٹ کوٹ کر بھرے ہوں

ہوشیاری سے گھوڑا دوڑانے والا

اور نیزے بازی میں کمال دکھلانے والا

ہمت سے اپنے ارادوں کو

جامہ عمل پہنانے والا

اپنے بزرگوں کی لاج رکھنے والا

حسین کا نام بلند کرنے والا

اے لویہ ایک بزدل رذیل

ایک غدار دوزخ کا کندہ

آنا فنا میں چھین لے گیا

آغوش مادری سے

پھول تیری روح کا

— (۵۹) —

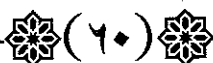
علی اصغر کے گرامی پدر

حضرت پیغمبرؐ کے عالی رتبه فرزند  
 دل نور سے منور  
 چہرے پر آثارِ عظمت نمایاں  
 اے وہ جو بچوں کے لئے  
 کامل محبت محسوس کرنے والا  
 جس کا سر چشمہ  
 وہ محبت، جو خالق کائنات کو  
 اپنے بندوں کے ساتھ ہے  
 اے حسینؑ گرفتارِ بلا  
 پوری مصیبت کے مبتلا  
 دل پہلے ہی سے کباب  
 سسکیاں لیتے ہوئے بچے کی بدولت  
 کیسی جا زکاہ مصیبت کا سامنا  
 اس حد کی نا انصافی کو دیکھ کر



جس نے آنسوؤں کا دریا بہا دیا  
 تیری آنکھوں سے  
 ہر طرف سے ایک گروہ نکل پڑا  
 نازک اندام بچوں کا  
 اپنے اپنے خیموں سے  
 پانی پانی پکارتے ہوئے  
 چیختے ہوئے اپنی کمزور آوازوں سے  
 لرزتے ہوئے کانپتے ہوئے  
 ماؤں نے بھی ہاتھ لانبے کئے  
 تیری عبا کے دامن کی طرف  
 اضافہ کرتے ہوئے  
 اپنے آنسو تیرے آنسوؤں میں  
 مگر تو نے تھامے رکھیں اپنی سسکیاں  
 اور تیری نگاہیں

مڑ گئیں دریا کی طرف  
جو یاں تھیں دشمن کی فوجوں  
اور ہتھیاروں کی



تو نے چاہا کہ معصوم بچے  
برابر سے حصہ لگائیں وغا میں  
تو نے چاہا کہ حاصل ہو  
ان معصوموں کو  
فتح مندی تیرے معیار کی  
لیا تو نے سب کو اپنی آغوش میں  
اور چمٹا لیا سب کو سینے سے  
اور پھونک دیا تو نے اُن کے اندر  
خدائی ایمان  
معرکوں میں فتح جیتنے والا

راسخ تھا کب سے  
 تیری پدری روح میں  
 تیرا عالی شان منصوبہ  
 اپنے فرزند کو پیش کرنے کا  
 نور کے حضور میں  
 تو نے چاہا  
 کہ اُس کے سر پر تاج رکھا جائے  
 محبوبیت اور قربانی کا  
 اور مصیبت سہہ کراقبال مندی کا  
 اور غازی کہلائے ہمیشہ  
 یہ ننھی جان  
 اس طرح غیر فانی یادگار  
 حملہ کے ذبیح کی  
 بلند پرواز کی گئی تاریخ میں

کربلا کے ریگستان سے  
 اوریوں ساری دنیا میں  
 ممدوح بنا علی اصغرؑ  
 شہادت کے نام پر  
 قدرت کا کرشمہ  
 جو بچوں کے شامل حال ہے  
 جنہوں نے اُس کو مقدس کیا



میں تجھے اب پیش کرتا ہوں  
 خراج تحسین  
 اے علیؑ اسلام کے نامی ہیرو  
 تجھ کو جو فائز ہے رُتبہ اعلیٰ پر  
 سب اماموں میں  
 حیرت انگیز نمونہ

شجاعت اور بہادری کا

اے وہ،

جس نے ہمیشہ پھینک دیا اپنے کو

زرہ بغیر معرکہ کارزار میں

اے وہ

جسے کسی نے نہ دیکھا

خم کھاتے ہوئے

خونی لڑائیوں

اے وہ جو تمام غازیوں میں

سب سے زیادہ افتخار کے قابل

سب سے زیادہ محبوبیت والا

اُن سب سے بڑھ چڑھ کر

جو بہادری میں ضرب المثل ہوئے

لدا ہوا سب سے زیادہ

فتح و ظفر کے سہروں سے  
 کچھ شک نہیں  
 تو بہتر شناخت کر سکتا  
 اُس خون کو جو لائق ہے  
 تیرے جیسے بڑے دل کے  
 بہادروں کے بہادر  
 علی اصغرؑ میں  
 اور ہمارا پیارا آقا

— (۶۲) —

بلاشک تیری جوانی سر اسر نمونہ  
 شجاعت و جوانمردی کا  
 تیرے بازو رعب چھائے ہوئے  
 ساری دنیا پر  
 کانپتے ہوئے غزال کی طرح

دشمن چھو ہو جاتے  
 تیری ایک نگاہ سے  
 لیکن کتنا عجیب  
 اور بے مثال نمونہ  
 ہم کو پیش کیا تیرے پوتے نے  
 بلند کرتے ہوئے  
 انتہائی فاخرانہ چیلنج  
 غیظ و غضب کے خلاف  
 ایک وحشی سلطان کے  
 وہ آگے نکل گیا  
 تیرے کارناموں سے  
 شجاعت کا عجیب کمال  
 دکھلاتے ہوئے  
 اور اپنے حقوق کے تحفظ

کی راہ میں  
 موت کا سامنا کرتے ہوئے  
 مسلح ہو کر  
 فقط اپنی معصومیت سے

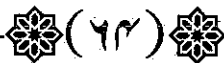
— (۶۳) —

وہ بنی ہاشم میں  
 سب سے زیادہ بہادر نکلا  
 تیری طرح  
 بالکل پاک اور مبرا  
 غلامی کی ذلت سہنے سے  
 ملبوس تمام تر  
 اپنے عقیدت و اخلاص میں  
 اُس نے جھونک دیا  
 اپنے آپ کو رن میں



اپنے جسم کو پیش کرتے ہوئے  
 بغیر زرہ کے  
 اور اپنے گلو کو نذر کر دیا  
 قاتل فولاد کے سامنے  
 تیروں کی برسات میں  
 جو موت بنے اڑان کر رہے تھے  
 اے میرے آقا!  
 کیا کہنا اس تحفظ کا  
 کون سی زرہ ہو سکتی تھی  
 بہتر حفاظت کرنے والی  
 تیری ننھی جان کی  
 تیری معصومیت سے زیادہ  
 آہ! اگر بزدل دشمن  
 آدھے حوصلے کے بھی مالک ہوتے

وہ اپنے کو بھی اجازت نہ دیتے  
 مرتکب ہونے کی  
 ایسے شدید قابل نفرین جرم کے  
 کیا ان میں سے کسی نے جرأت کی  
 مہلک تیر کے خلاف  
 مزاحمت کرنے کی  
 جس نے شگافتہ کر دیا  
 تیرے حلقوم کو  
 اعانت کرتے ہوئے  
 تیری معصومیت کی



تیرے گرد پیش نہیں تھے کیا؟  
 تیرے سب اثر بار  
 جن کی اخلاقی عظمت

سارے عرب میں  
 آب و تاب سے درخشاں  
 علی اکبرؑ تیرا محبوب بھائی  
 اتنا ہی حسین جتنا کہ بہادر  
 کیسا خوش فطرت  
 جیتی جاگتی تصویر  
 حضرت پیغمبر صلعم کی  
 تیرا چچا قاسم  
 پیارا فرزند  
 کیا کہنا اُس کی اقبال مندی کا  
 اُبھرتی جوانی میں  
 عونؑ اور محمدؑ پالے  
 پیار بھری مامتا کے  
 علیؑ کی دختر زینب کے

جو بھری ہوئی تھیں  
 شجاعت اور دانش سے  
 اور سب کے آخر  
 تیرا چچا عباسؑ  
 ہاشمیوں کا چاند  
 معرکوں میں علمبردار  
 یہ سب کے سب سوتے ہیں  
 صحرا کی عمیق  
 ریت کے  
 لالچہ اڈیلوں کے درمیان  
 کیسا شاندار جلوس  
 تیرا برا آمد ہوتا  
 ایسے اجرام فلکی کے جھرمٹ میں  
 جن سے کہکشاں

روشنی مستعار حاصل کرے

کیسا طلسماتی سورج

چمکتا ہوتا کر بلا کے دن

تاریک تباہی سے

تجھ کو بچانے کے لئے

پھر ہرگز ڈراؤنا حرمہ

مرتب نہ ہو سکتا

قابل نفرین جرم کا

لیکن پھر کس طرح

تیری بے مثال یادگار

یوں جگمگاتی

کر بلا کے میدان میں

— (۶۵) —

بچوں کے ستارے!

معصوموں کے چاند  
 جس کی خالص محبت  
 ہم پر گھیرا ڈالے ہوئے ہے  
 کیا یہ حقیقت نہیں ہے  
 کہ موت ہی کی بدولت  
 تو نے فروغ پایا  
 ضروری تھا کہ تو پیش کیا جائے  
 اپنے والد کے بازوؤں پر  
 کسی ڈھال کے بغیر  
 سوائے اپنے معصوم دل کے  
 جس میں پیوست ہو جائے  
 تیر قاتلوں کا  
 تا کہ عقیدت پھوٹ پڑے  
 تیرے لہو کے قطروں سے

اے وہ جس کی مایہ ناز قربانی  
 ہم کو ورثہ میں دی گئی  
 ایک خوبصورت مثال  
 جس کے لئے تیرے والے  
 ساری دنیا سے  
 تیرے مزار کو حلقے میں لئے  
 دھونی رمائے بیٹھے ہوں  
 تیری ہی بدولت ہے فقط  
 اے آقا!

کہ عزت و کرمات  
 تاج شرف عطا کرتی ہے  
 صرف تیرے ہی قبیلے کو  
 دنیا کے سر بلند انسانوں میں  
 تیری ہی بدولت آقا!

ہمارا نام  
 تحسین و آفرین کے ساتھ  
 پکارا جاتا ہے  
 سارے عالم میں  
 گوشے گوشے میں چمکتا ہے  
 دُنیا کے  
 اوردیکھنے میں آتا ہے  
 کہ دُنیا کی بڑی بڑی طاقتیں  
 حمایت کی جستجو کرتی ہیں  
 امن و معصومیت  
 اور محبت اور پیار کے گروہ سے

— (۶۶) —

کس بلا کا پتہ سورج  
 کیسی بھنتی ہوئی ریتی



کیسی ہوادم گھٹنے والی  
 کیسی ظالم اور مہلک پیاس  
 تین دن میں تین رات برابر  
 ہڑپ کر جانے والی  
 پیکس معصوموں کو  
 ظالم پہرہ دار  
 راتوں جاگتے پہرہ دیتے  
 اور کنواں ایک نام کو نہیں  
 صحرائیں  
 یہ کیا کچھ کم تھا کہ اُس پر  
 وحشیانہ جنگ بھی چھڑ گئی  
 اور جاری ہو گیا  
 دہشت ناک قتل و غارت  
 کیسے اور کیسے بیدرد معرکے

علیٰ والے بہت بہادر ہیں  
 مگر وہ قریب قریب سب  
 جان بحق ہو چکے  
 کیسے حملے سواروں کے  
 جو کیمپ پر چڑھے آتے ہیں  
 خاک روندھتے ہوئے  
 جو اڑ رہی ہے  
 اندھے گھوڑوں کے سموں میں  
 جن کو کچھ سچائی نہیں دیتا  
 دم گھوٹنے والے غبار میں  
 گرد اڑتی ہے یا چھایا ہے  
 موٹا غباری بادل آسمان پر  
 روشنی کاروکنے والا  
 کیسی دل شگاف چینیں

دم توڑنے والے زخمیوں کی  
 اور سسکیاں بھرنے والے بچوں کی  
 اپنی ماؤں کی آغوش میں

— ❁ (۶۷) ❁ —

جب تابش آفتاب نے  
 چاک کر دیا پردہ غبار کو  
 دیکھنے میں آیا  
 ایک انسان تن تنہا  
 آ رہا ہے مغموم و حزیں  
 کچھ لے چلا ہے دھوپ میں  
 قدم اٹھاتا ہے  
 غمناک انداز میں  
 کچھ لپیٹے ہوئے اپنی عبا میں  
 آگے بڑھتا ہے

نگاہیں نیچی جمائے  
 ادھر ادھر دیکھے بغیر  
 اور اُس طرف مغرور فاتح  
 اس حیرت انگیز نمونہ کو دیکھ کر  
 لگے جھومنے  
 اپنی طاقت پر فخر کرتے ہوئے  
 وہ غلطاں ہیں اس خیال میں  
 کہ اُن کا حریف  
 استدعا کرے گا رحم کی  
 ضائع ہو جانے کے سبب سے  
 آخری دستہ اپنی فوج کا  
 اب وہ آتا ہے بالآخر  
 کھلم کھلا درخواست لے کر  
 امن و اتحاد کی

انہوں نے یقین کیا کہ وہ اٹھائے ہے  
 مقدس کتاب اپنے ہاتھوں میں  
 آسمانی قرآن  
 جس سے ہر صاحبِ ایمان  
 حاصل کرتا ہے، شرافت کی زندگی  
 خدا کے نام پر  
 جو سب سے بلند و برتر ہے

— ❁ (۶۸) ❁ —

کہاں دیکھا تھا انہوں نے  
 یہ فائق الوصف معجزہ  
 جو آنے والا  
 اپنے سینے سے لگائے تھا  
 پراسرار انسان  
 سب نے چکرا کے کہا چلاتے ہوئے

یہ حسینؑ ہیں  
 حقیقت میں وہ حسینؑ ہی تھے  
 اور باپ پر نظریں جمی ہوئی تھیں  
 لرزتے ہوئے بچے کی  
 جس کا منکا ڈھل چکا تھا  
 عمر غرق ہو گیا، شرمندگی میں  
 یوں موہ لیا اُس کو بھی  
 جذبہ ترحم نے  
 دیکھ رہے تھے سب  
 ٹکٹکی باندھے  
 یقین کرتا تھا ہر ایک  
 ہیئت کرتا تھا ہر ایک  
 ہیئت کذائی سے  
 کہ وہ اپنی گود میں لئے ہیں

معصوم بچے کو  
 جو سوتا ہے چین سے  
 لپٹے ہوئے کپڑے میں  
 لیکن جب کپڑا اٹھایا  
 مغموم باپ نے  
 ایک اشارے سے  
 اور نمایاں ہوئی  
 وہ چیز جو مخفی تھی  
 تو چمک اٹھا  
 حسینؑ کے بازوؤں پر  
 ایک آسمانی چاند  
 ضیا پاشی کرنے والا

— (۶۹) —

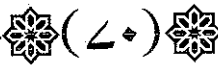
یہ معجزہ جو پہلے کبھی دیکھنے کیا

سننے میں بھی نہ آیا ہو  
 ہردن بیدار کرتا ہے  
 ایک مقدس یادگار  
 شاہد ہے بلند اوصاف کا  
 عظیم المرتبہ پدر کے  
 جیسے کے پیارے فرزند کے  
 قرآن مجید کے الفاظ  
 بیشک ایک مشعل ہیں  
 مگر فقط سچے ایمان داروں کے لئے  
 یہ ایک آتش ہے  
 جس سے پھیلتا ہے آسمانی نور  
 کڑھتی برق کی طرح  
 مگر میرے آقا کیا کہنا!  
 اُس نور کا جو سا طع ہوا



تیرے نورانی چہرے سے  
 جبکہ پردہ اٹھاتا تیرے مکھڑے سے  
 مانند ایک ہلال کی  
 جو فضا میں بلند ہو  
 نازاں اپنی خوبصورتی پر  
 یا ایک سنہری ستارہ  
 پہلو میں سیمی کمان کی  
 جو پھینک رہا ہو  
 فضائے نیلگوں میں  
 اپنی روشنی کے تیر  
 ماہ نور کی طرف  
 ننھے معصوم!  
 زیادہ سے زیادہ حقدار  
 ہمارے آنسوؤں کے

کیا ایک بھی دل والا ہوگا  
 جو لعنت نہ کرے تیرے قاتل پر  
 جس نے جرأت کی تباہ کرنے کی  
 منتہائے جمال کو



تیرے بھائی اور تیرے اقرباء  
 سب اُسی پاک نسل سے  
 جس سے کہ خود تو  
 جن میں سے کسی ایک نے بھی  
 سر نہ جھکا یا دشمن کے سامنے  
 ہر ایک نے اپنے کو جھونک دیا  
 شدید معرکوں میں  
 کھو چکے تھے جسمانی قوت  
 بھوک پیاس سے تو پھر بھی

وہ معر کے دکھلا گئے  
 اور لڑے اسی شجاعت سے  
 جو دلیر غازیوں کے لائق ہے  
 وہ سب کے سب در آئے  
 تیرے دشمنوں میں  
 شیر کے بچے کی طرح  
 جو بپھرے ہوئے  
 دفاع کرتا ہوا اپنے بھائیوں کا  
 جس کے دانت جمے رہیں شکار پر  
 برابر اُس وقت تک  
 کہ اُس کا دم نہ نکال دے  
 مگر آ کر وہ سب کے سب  
 موت سے ہمکنار ہوئے  
 زخموں سے چور چور ہو کر

اُن کے دل کا لہو بہہ گیا  
 عزت و حرمت کے تحفظ کی راہ میں  
 لیکن کیا تو بتلائے گا  
 میرے آقا!  
 کیا گہرا طلسم تھا  
 تیرے قبضہ میں  
 جس سے تو نے ایک دم کا یا پلٹ دی  
 مغرور جنگی فوجیوں کی  
 کہ وہ پتھر کے مجسمے تھے  
 جن میں زندگی تھی  
 صرف آنکھوں میں  
 سب ششدر بنے کھڑے تھے  
 جب برآمد ہوتے دیکھا  
 تجھ کو خمیے سے

اور جب آغوشِ پدری میں  
 اُن کو سماں نظر آیا  
 تیری ضیا پاش نورانیت کا  
 اور یہ ننھی جان  
 سسکیاں لیتے ہوئے  
 جیت لے گئی ایک اکیلی  
 ظالم بادشاہ کی  
 پوری فوج پر

— (۷۱) —

اے ماؤں!  
 جن کا مشفقانہ فرض ہے  
 تربیت کرنا  
 اپنے ننھے معصوموں کو  
 اگر تم چاہتی ہو کہ تمہارے بچے

طفولیت اور کمسنی کے عالم میں  
 ناز کے قابل اور فاتح برآمد ہوں  
 تو اُن کے دلوں کو بھردو  
 حوصلوں سے  
 جس سے پسپا ہو کر رہ جائیں  
 بدطینت انسان  
 سجاد و اُن کو  
 مکارم اخلاق سے  
 جس سے حضرت پیغمبرؐ نے  
 آراستہ کیا خود اپنے نفس کو  
 اس سے بہتر کوئی کمال نہیں  
 عزت والے انسان بنانے کے لئے  
 میں نہیں بات کرتا اُس جرأت کی  
 جو پیدا ہو رکابوں میں

ایک سواری کی

وحشیانہ نعرے لگاتے ہوئے

فولاد کی چمک کے درمیان

اے آسمان!

کاش یہ ستم نہ کیا ہوتا

انسان کے ہاتھوں

ایسی اعانت نہ ہوتی

فتح و ظفر کے تاج کی

کہ عزت دی جائے

ایک ہی درخت کے پتوں سے

شاعر کو بھی اور سپاہی کو بھی

— (۷۲) —

میں ذکر کرتا ہوں

ایک ممدوح گروہ کا

فراخ دل انسانوں کا  
 عیوب و نقائص کو پرکھنے والے  
 بد نصیبوں کے دکھوں سے پورے آشنا  
 شجاعت و جوانمردی میں  
 نام نکالے ہوئے  
 نفرت کرنے والے تشدد سے  
 قرآن کا حکم بجالانے کے لئے  
 جو اپنا نیزہ بلند کرتا ہے  
 ظالموں اور جابروں کے  
 قابلِ نفرین اعمال کے خلاف  
 اے ماؤں تم دلیر بن جاؤ  
 اور اپنی اولاد کو لائق بناؤ  
 اپنے معیار پر  
 اُن کی پتلیاں چمکنے لگیں



جب تم اُن سے ہمارا ذکر کرو  
 ساری دُنیا تحسین کرے  
 اُن ماؤں کی طرح  
 جنہوں نے اپنے فرزند ہدیہ کئے  
 کربلا میں قربانی کے لئے  
 زبان سے ایک لفظ کہے بغیر  
 جنہوں نے جھیلی  
 ایک دردناک شہادت  
 تاکہ درختاں رہے  
 اُن کی فتح مندی  
 ہمیشہ ہمیشہ

— (۷۳) —

سنو! اعلیٰ مثال مایوس پدر کی  
 جبکہ مایوس بچے نے

جس کی دنیا اب بدل چکی ہے  
 ہاں منوالی دشمن کی فوجوں سے  
 کیا یہ ضروری نہیں تھا  
 کہ وہ بتلائیں غمزدہ ماں کو  
 کہ کس طرح علی اصغرؑ نے  
 آنکھیں بند کیں نور بننے کے لئے  
 کتنی دفعہ وہ بڑھے دہلیز کی طرف  
 اپنے آنسو چھپائے ہوئے  
 پوشیدہ کئے ہوئے اپنے دکھوں کو  
 اپنی دھک دھک کرتی چھاتی میں  
 ہر دفعہ پیچھے پھرے سر نہوڑائے  
 دعا پڑھتے نظریں جھکائے  
 آخر خدا نے ان کی سُن لی  
 اور انہوں نے پکارا پیارے انداز میں

اے برتر و اعلیٰ ہم آئے ہیں  
 تیری ہی طرف سے  
 اور تیری طرف ہم پلٹنے والے ہیں  
 مقدر کا لکھا کچھ بھی ہو  
 جو ہم پر وارد ہو  
 ہمارا فرض ہے  
 کہ ہم ڈھال دیں اپنی زندگی کو  
 تیرے مقدس احکام کی بجا آوری میں  
 اور سر تسلیم خم کئے رہیں  
 تیری مشیت کے حصار میں  
 سر بسجود رہیں ہمیشہ  
 اپنے آقا کے دربار میں  
 اس سے بہتر وہ کیا کر سکتے تھے  
 ایک غمزدہ ماں کی تسکین کے لئے

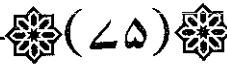
اس سے پیشتر  
 کہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھے  
 ایک چھوٹا نورانی فرشتہ

— (۷۴) —

علی اصغرؑ! مبارک فرزند  
 تو اپنے پدر سے سابق ہوا  
 شہادت میں  
 جس کو جلد ہی پہنچ کر  
 تجھ سے مل جانا تھا  
 غمناک تاریکی میں  
 کتنی تکلیف  
 اور کتنا دکھ بڑھ جاتا  
 تیری گرامی والدہ کے لئے  
 اُن کے رنج و الم میں

جو تو آگے نہ چلا گیا ہوتا  
 اپنے عالی رتبہ پدر سے  
 اُن کا دل کباب  
 اور اُن کی آنکھیں آنسوؤں سے پر تھیں  
 یہ دیکھ کر کہ کوئی نہیں ہے  
 اُن کے شوہر کے خون کا  
 بدلہ لینے کے لئے  
 اُن کا فرزند قید میں ہے  
 مسلح سپاہیوں کی  
 وہ کتنی سسکیاں بھرتی تھیں  
 جبکہ اُن کے بازو رسی میں بندھے تھے  
 کتنے کچھ آنسو انہوں نے بہائے ہوں گے  
 اپنی قید تنہائی میں  
 کیونکہ ظالم دشمنوں نے

جو بزدلی میں نمونہ تھے  
 نذر آتش کر دیا تیرا جھولا بھی  
 آہ! عمل میں آیا، اس طرح  
 احترام تیری میت کا  
 کہ بے رحم دشمنوں نے  
 ہوا میں اڑائی  
 خاک تیرے جھولے کی



آفریں! اے ننھے معصومو!  
 تم جہاد کر رہے ہو  
 صداقت کی راہ میں  
 خواہ کتنی بھی طولانی کیوں نہ ہوں  
 تمہاری مصیبتیں  
 آخر ایک وقت اختتام کو پہنچیں گی

تمہارا کارنامہ  
 ڈال دے گا دنیا کو  
 انتہائی حیرت و استعجاب میں  
 بلند رہیں گی  
 صدائیں گہری تحسین و آفریں کی  
 تمہارے عقب میں ہمیشہ  
 برگزیدہ ہستیاں خدائے برتر کی  
 اُس کو سلامی دیں گی  
 آسمانوں کی بلندیوں سے  
 جس طرح کے اعلیٰ مثالوں کو  
 تمہارے بزرگوں کی رفعت و سر بلندی کی  
 یقیناً امتحان بڑا سخت ہے  
 پیاس تم کو کھائے جاری ہے  
 اور بری طرح جھنجھوڑ رہی ہے

صحرا کی تپتی ریت  
 اور یہ مہلک پیاس  
 پھر مصیبت کا کیا اندازہ  
 آفتاب ہے کہ بخار بنا ہوا ہے  
 یا کہو کہ نمونہ موت  
 آہ! کتنی سخت کٹ رہی ہیں  
 گھڑیاں تمہارے لئے  
 لیکن کیا یہی مقدر تھا  
 کہ ایسے بدترین مظالم  
 یوں برباد کریں  
 اتنی معصوم جانوں کو  
 محض عتاب کی بدولت  
 ایک جفا کار کے



— (۷۶) —

اے ماں!

کیا اس پیارے مکھڑے کے غم میں  
ننھے معصوم کے

جس کا سارا الہو خشک ہو چکا ہے

کیا اس چہرے کی انتہائی زردی نے  
تجھ کو منجمد کر دیا ہے برف کی طرف

اور کچھ نہیں صرف پیاس ہے

جس کے لئے خوفناک علامتیں نمایاں ہیں

اُس کے چہرے پر

لوگ کہیں گے ایک خوبصورت کنول

مرجھا گیا ہے

یہ حال سامنے اور تیری نگاہیں

حکملگی لگائے ہیں اس جگہ کی طرف

جہاں سخاوت و کرم کا دریا  
 موجیں مار رہا ہے  
 ایک تیر کی اڑان سے قلبی قریب تر  
 چوڑا اتنا کہ ایک سمندر  
 جو اپنی تازگی سے تشنگی بجھاتا ہے  
 اُن لوگوں کی  
 جو بھن رہے تھے پتی ریت میں  
 مگر وہ اپنی جگہ ہے، ستم یہ ہے  
 اور تیرے ہاتھ میں کہاں رسائی  
 کہ وہاں سے حاصل کر سکے  
 تھوڑا سا پانی کوزے میں  
 جس سے جان بچ جائے  
 تیرے پیارے فرزند کی  
 اے ستم رسیدہ ماور!

تجھ کو پانی نصیب نہ ہوگا  
 قید میں پہنچ کر بھی  
 مگر ایک زہریلے برتن میں  
 زہریلا پانی  
 جو تیرے حلق سے نہ اترے  
 تاریک محسوس میں



کہاں سے آئی یہ چمکتی سفیدی؟  
 جو پھیلی ہوئی ہے تاریک فضا میں  
 جیسے کوئی دودھ کی ندی  
 جگمگارہی ہے آسمانوں میں  
 نہیں یہ وہ دودھ نہیں ہے  
 جو امانت کی بکری نے بہایا ہو  
 جس نے دودھ پیش کیا تھا

آسمانی سلطنت کے ایک بادشاہ کو  
 اور جس کی بدولت ایک بکری نے  
 آسمانوں میں عزت و رفعت پائی  
 ضعیف و لا طائل قصہ  
 حقیقت میں یہ پیاری روشنی  
 ایک خوبصورت نورانی راستہ ہے  
 جس کو منور کر دیا ہے دعاؤں نے  
 کربلا کے معصوموں کی  
 گلوں میں آگ، آواز گرفتہ  
 پانی پانی کی آوازیں لگاتے ہوئے  
 ہچکیاں لے لے کر  
 مناجات کرتے ہوئے  
 آسمانوں نے سنی اُن کی فریاد  
 فوراً وجود میں آیا

ایک وسیع و عریض دریا  
 فضائے آسمانی میں  
 ختم کرنے کے لئے  
 قیامت برپا کرنے والے امتحان کو  
 اور معصوموں کے درد و الم کے  
 مداوا کے لئے  
 تب سے ہی آسمان میں یہ سفیدندی  
 ہمیشہ چمکتی ہے  
 تاریک راتوں میں  
 اور اُس کی شعاع  
 غمناک انداز میں  
 پھیل جاتی ہے فضائے لامحدود میں

— ﴿۷۸﴾ —

رحمت کے آسمانوں کی طلائی کمائیں

غیر قانونی محرابیں

معصوموں کو تھپک کر سلانے کے لئے

پیش کر رہی ہیں

لوریاں دینے والے جھولے

تاکہ جب کہ کرشمہ قدرت سے

بچوں پر کچھ سکون کا عالم طاری ہو

اور ذرا آنکھ جھپک جائے

تو نورانی فرشتے

آسمانوں کی بلندیوں سے

زمین کی طرف نہریں کاٹ دیں

اس معجزے والے دریا کی

جس کی نیل گوں موجیں

ستاروں سے بنی ہیں

آسمان سے اترنے والا یہ دھارا

ٹھنڈا کر دے  
 اُن کے سینوں کی سوزش کو  
 اور اُس پیاس کو  
 جو اُن کو جان بلب کئے ہے  
 اور پھر، جب وہ فاتح بن کر  
 خدا کے برگزیدہ لوگوں میں  
 حیات جاوید حاصل کریں  
 فردوسِ بریں میں  
 جب اُن کی روحیں  
 آزاد ہو کر فانی اجسام سے  
 کیف اندوز ہوں  
 دائمی سکون سے  
 اپنے خالق کی آغوشِ رحمت میں  
 تو نور کا یہ دریا

جو خیرہ کرتا ہے نگاہوں کو  
 زندہ رکھے ابد تک  
 اُن کی یادگار آسمانوں میں

— ❁ (۷۹) ❁ —

سب کے سب مجاہد جوانوں نے  
 جن کے دلوں میں  
 افتخار کے جذبات موجزن تھے  
 اپنے کو پھینک دیا موت کے اوپر  
 ماؤں نے لیا ہر ایک کا  
 رخصتی بوسہ  
 میدان جنگ کے لئے  
 خدا حافظ کہتے ہوئے  
 اُداس پیار  
 ضبط نفس کا انتہائی مظاہرہ



جس میں اب بھی اُمید کی جھلک نظر آتی تھی

کون سی ماں؟

پہلے ہی سے یقین کر سکے گی

اپنے فرزند کو موت کی گرفت میں

لیکن تیری گرامی ماں علی اصغرؑ

بھلا کس طرح جان سکے

کہ تو اُس کے ہاتھوں سے یوں کھو جائے گا

اور جوں ہی تیرا گلا نمایاں ہوگا

تیری آخری نظر بھی ختم ہو جائے گی

کس طرح کھٹک سکے

ایسا تاریک شگون

ستم رسیدہ ماں کے دل میں

جس نے تجھ کو حوالے کیا

اپنے شوہر دانا اور حکیم کے

جس کے سامنے ایک فاتح  
 جھک جائے تعظیم سے  
 اُس نے سونپ دیا  
 تیری معصومیت کو  
 سر جھکاتے ہوئے  
 بے درد قسمت کے حضور میں  
 اور قربان کر دیا اپنی شفقت و محبت کو  
 سلامتی کے لئے تیرے والوں کی

— ❁ (۸۰) ❁ —

فیاض آسمان!  
 لامحدود ہیں تیری نعمتیں  
 جن کا شمار باہر ہے  
 حقیر انسان کی طاقت سے  
 چٹیل اور بے آب و گیاہ صحرا میں

تو نے پیدا کر دیا ایک ذخّار دریا  
 تو نے سیلاب برپا کر دیا  
 اُس کی بڑھتی ہوئی موجوں کا  
 جو چھا گیا وادی و جبل میں  
 سرچشمہ سے لے کر سمندر تک  
 جو اُس کی کچھڑ پیتا ہے  
 دیکھو تو اُس کے کنارے پر  
 جہاں کل کچھ نہ تھا  
 آج یکا یک ایک شہر آباد نظر آتا ہے  
 قافلے وہاں پڑاؤ کرتے  
 ساربان ششدر ہو کر  
 دوزانو ہوتے ہیں  
 دریا کے کنارے  
 اُٹھاتے ہوئے آسمان کی طرف

اپنے گیلے بازو  
 سپاہی اور جنگی انسان  
 اُن میں نہاتے  
 اور گھوڑے نہلاتے  
 سب جانوروں ہاں پیاس بجھاتے  
 شیر بھی اور اونٹ بھی

— (۸۱) —

افسوس یہ بہتا پانی  
 جس کو دنیا  
 آزاد دیکھتی ہے ایک پرندے سے  
 کیونکہ اس کو غلیل کا ڈر نہیں ہے  
 ماں پودوں کی اور زراعتوں کی  
 برابر سے سب مخلوق کا  
 جس کو آسمان نے بہایا

ساری دنیا کے لئے  
 معصوم بچو!  
 سخت سے سخت محنت  
 اور کٹھن سے کٹھن وقت پر بھی  
 تم نہیں لے سکتے  
 اس کو اپنے چلو میں  
 اُس کی تازگی  
 ممنوع قرار پائی تمہارے لئے  
 لفظ مردہ ہو گئے ہیں  
 تمہارے لبوں پر  
 ایک بے رحم سیاہ دل دشمن  
 محصور خونخوار غیظ و غضب میں  
 تم کو محروم کئے ہے پانی سے  
 جو آسمانی بخشش ہے

پیارے معصومو!  
 یہ اس لئے  
 کہ تمہارے بزرگوں نے انکار کیا  
 سر جھکانے سے  
 ملعون قانون کے سامنے یزید کے  
 شہزادہ ظالموں کا

— (۸۲) —

جب میں یاد کرتا ہوں  
 اے بلند و برتر خالق  
 دل پاش پاش کرنے والا منظر  
 جس نے دیکھی مصیبت معصوموں کی  
 ایک ہچکی لگتی ہے میرے دہن کو  
 اور پکڑے جاتے ہیں  
 آخری الفاظ گلے میں

میں دوبارہ دیکھتا ہوں  
 کر بلا تیری بھنتی ریتی کو  
 میں محسوس کرتا ہوں  
 تپتی شعاعوں کو  
 جو ہضم ہو رہی ہیں  
 دور و دراز سورج میں  
 لیکن کیوں نہ دیکھتے ہوئے  
 ان مصائب کو  
 جو چھائے ہوئے تھے  
 معصوموں پر  
 بدل ڈالاعام فطرت نے  
 معجزے سے قانون دنیا کا  
 علی اصغر!  
 جب تجھ کو تیرے والد نے

برآمد کیا تیرے پردوں سے  
 تیرا درخشاں چہرہ  
 نمایاں کرتے ہوئے  
 بلند کیا تجھ کو دشمنوں کی طرف  
 جبکہ تو نے دکھلاتے ہوئے  
 اپنے کملائے ہوئے چہرے کو  
 درخواست کی چند قطرے پانی کی  
 جو بچا سکے آنا فانا میں  
 پورے ایک مصیبت رسیدہ قبیلے کو  
 جب تیری خاموش درخواست کے ساتھ  
 انہوں نے بلند کیا تجھ کو  
 معبود برتر کی طرف  
 یہ عالی شان عمل  
 اتنا محبوب ہو سکتا تھا



خدائے قادر مطلق کو  
 کہ وہ تختہ اُلٹ دے زمین کا  
 جس سے پانی کے سیلاب آجاتے  
 جوش مارتے ہوئے  
 عمیق ترین گہرائیوں سے  
 اور بہت سی یکجالہروں میں  
 اپنا طوفان لے کر آتا فرات  
 تھرکتے ہوئے مسرت سے  
 تیرے لبوں تک لانے کے لئے  
 خدائی پانی  
 نیلگوں موجوں والا  
 تسکین دینے کے لئے تیری تشنگی کو  
 اپنے اعجاز نما بوسہ سے



آہ!

ایک وحشی کا فقط ایک تیر  
 تیز نکل گیا پورے آسمان سے  
 اور وہ کمان جو تیار کی اُس کے غیظ و غضب نے  
 کیسی کچھ غداری کی  
 اُس نے آقائے دو جہاں سے  
 یہ کون سا قانون تھا تمہارا  
 اے قابلِ نفریں ظالمو!  
 کہ تم نے نشانہ بنایا تیر کا  
 ایک نازک معصوم کو  
 تم کو خوف نہ آیا  
 کہ نقشہ بدل سکتا ہے  
 قادرِ مطلق ایک اکیلا فاتح

کس جرم کا الزام لگایا جاسکتا ہے  
 اس پاک مخلوق پر  
 جو معصوم کہلاتے ہیں  
 ساری دنیا میں  
 جو کسی قانون کو نہیں توڑتے  
 اُمن و عافیت کے  
 اور نہ وہ خون بہاتے ہیں  
 کسی کا  
 بدل دیا دنیا میں  
 تمہارے بزدلانہ غصے نے  
 اُمید کو دہشت سے  
 اور وہ جرمِ عظیم  
 جس کا وہ دھبہ لگا رہ گیا  
 تمہاری پریشانی پر

توہین کی اُس نے  
انسانیت کی  
تمام عزت و حرمت کی



کیسے سوچنے میں آئے  
کہ ایک ننھی جان  
ایک نازک مخلوق  
اس قدر نزدیک آسمانوں سے  
پیش کیا جائے  
ہزاروں انسانوں کے ساتھ  
سب کے سب اولاد والے  
مگر کسی ایک نے بھی اُن میں سے  
محسوس نہ کیا اُس کے چہرے کو دیکھ کر  
رحمت کا ادنیٰ جذبہ اپنے سینے میں

اُس پر ترس کھانے کے لئے  
 اور ایک عاجزانہ درخواست  
 جس میں چمک رہی تھی  
 اخلاقی عظمت اُس کے خاندان کی  
 اور اس کے سارے قبیلے کی  
 اُس کا جواب ملا  
 اُس کو مہلک تیر سے  
 کس طرح سرنہ چکرائے  
 بیان کرتے ہوئے  
 ایسے انوکھے وحشیانہ ظلم کو  
 کیا یہ یقین کر لینا لایدی ہے  
 کہ سپاہی  
 اپنے ظالمانہ غیظ و غضب میں  
 بالکل اندھے ہو گئے تھے

وحشیانہ حکم کی تعمیل میں  
 بہت زیادہ تشنہ ہو چکے تھے  
 تازہ خون کے  
 اُس سے بھی زیادہ پیاسے  
 جتنے بے گناہ مظلوم بچے  
 پانی کے

— ❁ (۸۵) ❁ —

تیرے پدر بزرگوار  
 زخموں سے چور چور  
 ملبوس تھے گویا  
 ایک خونی چادر میں  
 اور خون کی ندی بہ رہی تھی  
 سر سے پیر تک  
 مگر نہ چاہا انہوں نے

کہ ضائع ہو جائے  
 تیرے خالص خون کا ایک قطرہ  
 بہتی دھار کو ہاتھ میں لیتے ہوئے  
 انہوں نے رنگین کیا  
 اپنی سفید داڑھی کو  
 جو ہر جس سے پاک تھی  
 اُس کو پیش کرنے کے لئے!  
 قادرِ مطلق کے حضور میں  
 اگر وہ اکٹھی نہ کر لیتے یہ شبنم  
 ایسے خالص اور قیمتی خون کی  
 کون جانے کہ سر سبز و شاداب کھیتی  
 حاصل کر سکتی دوبارہ  
 ایک قطرہ پانی کا آسمانوں سے  
 اور کبھی بھی خشک بے گیاہ زمین سے

جو مردہ ہو چکی ہو  
پانی کے قحط کی وجہ سے  
ارادہ کرتی  
سر سبز و شاداب ہونے کا  
دردناک انتقام  
مظلوم قبر کا

— ❁ (۸۶) ❁ —

اُداس دل میرا  
بتلا اندوہ غم کا  
پھٹا جاتا ہے غم سے  
ملامت کرتا ہے فلک کو  
اُس ظالم تیر کے لئے  
جو باعث ہوا  
معصوم بچے کی شہادت کا



کون سے ہاتھ سے  
 کس قسی القلب کے  
 کس سخت دھات کا  
 یہ تیر تھا جو پھینکا گیا  
 جو پیوست ہو گیا  
 تیرے خوبصورت گلے میں  
 خاموش کر دیا جس نے  
 تیری پیاری آواز کو  
 جو تو کراہ رہا تھا  
 دھیمے دھیمے بازوؤں پر اپنے باپ کے  
 خاموش کر دیا تیری آواز کو  
 جو تو پڑھ رہا تھا دھیمے دھیمے  
 ایک مناجات پیاری پیاری  
 کیسا مہلک تیر تھا

جس نے بے رحمی سے کربلا میں

قاتلانہ حملہ کیا

تیرے خشک حلقوم پر

یہی تھی مرضی معبود کی

کہ تجھ کو سا منا کرنا پڑے

المناک موت کا

زندہ رہنے کے لئے

اُس کی آغوشِ رحمت میں

— (۸۷) —

رحم و کرم کے فرشتو!

آسمانی رحمت کے فرشتو!

کیوں بھلا

جب جتھہ بند معصوموں نے

فریادِ بلند کی پانی پانی کی

جب ہاتھوں میں لئے ہوئے خالی کوزے  
 وہ فریادیں کر رہے تھے  
 سوختہ دلوں سے  
 تو کیا جانے اُن کے خشک لبوں کو  
 ٹھنڈا کیا جائے  
 اُن کے جلتے سینوں کو  
 کیوں آوازیں  
 اُن کی چیخ و پکار کی  
 نہ پہنچ سکیں آسمانوں میں  
 مشتہر کرنے کے لئے  
 اس حد کی نا انصافی کو  
 پیش ہونے کے لئے  
 ایک اکیلے  
 رحمن و رحیم کے حضور میں

اور کیوں نہ اتنا کیا خود تم نے  
 درخواست کرتے  
 خالق کے حضور اقدس میں  
 وہ کر دے  
 اُن کی کلفت و مصیبت کو  
 ٹھنڈا کر دے  
 اُن کے دلوں کی آتش کو  
 رحم و کرم کے فرشتو!  
 کیوں ایسا بھیا نک انقلاب  
 عالم کے نظم و نسق میں  
 معصوم بچہ مارا جائے  
 تھوڑے سے پانی کے نام پر

— (۸۸) —

یہ اس لئے ہوا کہ نازک جانیں

جو ماؤں کو حد سے زیادہ پیاری تھیں

یہ سب ننھے ننھے بچے

موقع پاسکیں

قربانی کے لئے پیش ہونے کا

اور حصہ لگائیں دکھ درد میں

جو انجام کار

اُن کے لئے مسرت لائے

یہ اس لئے ہوا کہ اُن کی یادگار

جگمگاتی رہے ہمیشہ

انسانیت کی تاریخ کی چوٹی پر

یہ اس لئے ہوا کہ روشن ہو جائے

کہ فتح نہیں دیتی

خالص عزت و شرف

جبکہ فاتح ظالم ہو

یہ اس لئے ہوا کہ محترم درخواست  
 جو انہوں نے پیش کی  
 ترحم کے مقصد سے  
 بلند کر دے مخلوق کے دلوں کو  
 اس علورفعت تک  
 جو انسانیت کے لئے معراج ہے  
 یہ اس لئے ہوا کہ اُن کے ہاتھ  
 جو بلند ہوئے آسمان کی طرف  
 جنگ کے خلاف دعاؤں میں  
 اور دائمی صلح دامن کی تمنا میں  
 یہ پیش قیمت نمونہ عمل  
 مشمر ہو  
 ساری دنیا کے معصوموں کے لئے  
 اور ممنوع ہو جائے

آپس کا تنافر

ہمیشہ ہمیشہ

— (۸۹) —

مہربانی کے فرشتو!

ترحم کے فرشتو!

جب سب اُمید کھو ڈالی

مایوس باپ نے

تم نے پیش کیا

غم نیم جاں فرزند کا

سن رسیدہ ضعیف پدر کو

کیوں نہ تم نے

موت سے حفاظت کی

مصیبت زدہ معصوم بچے کی

کیوں نہ بھلا تم نے

جبکہ باپ کی انتہائی شفقت  
 عاجزانہ درخواست کر رہی تھی  
 تمہاری جماعت سے  
 خاموشی کے انداز میں  
 معصومیت کو بچانے کے لئے  
 پیارے معصوم بچے کی  
 سن رسیدہ مظلوم پدر کے  
 کیوں نہ کان لگاتے ہوئے  
 کراہوں کی طرف  
 نجات دلائی تم نے  
 علی اصغر کو  
 مہلک پیاس سے

— (۹۰) —

منظور ہو خدا کو



کہ یہ بھیا نک جرم  
 سبقت لے جائے  
 تمام بزدلانا جرائم سے  
 خدانے چاہا کہ مجرموں کی پیشانیاں  
 شرم سے آلودہ رہیں  
 ہمیشہ ہمیشہ  
 منظور ہو ا خالق کو  
 کہ داغدار ہو جائیں ہمیشہ کے لئے  
 غداری کرنے والے  
 سب ستمگارا اور سب ظالم  
 اور دھبہ لگا رہ جائے ان پر  
 جو تخت حکومت پر جا بیٹھے ہیں  
 تاکہ موقع پاسکیں ظلم و جور کا  
 زیادہ سے زیادہ

منظور ہوا خدا کو  
 کہ جو رستم اور مصائب  
 جو برداشت کئے  
 ننھے دکھی معصوموں نے  
 اُن کی یاد باقی رہے  
 اُن کی خدائی کے آخردن تک  
 درد انگیز سب قوموں کے لئے  
 کربلا!  
 وہی مالک جس کا دستِ قدرت  
 رہنمائی کرتا ہے انسانیت کو  
 منظور تھا اُسی کو  
 کہ تیرے نام سے وابستہ ہو  
 نفرت و حقارت  
 ہر ایک ظلم و نا انصافی کے لئے

— (۹۱) —

اس لئے بنایہ ماجرا  
 کہ ایک شیریں پیغام تھا  
 انتہائی امن کا  
 تا کہ جان لے دنیا  
 کہ کہاں تک ایک نازک مخلوق  
 چھوڑ کر حیرت و ضلالت کے راستے کو  
 پابند ہو سکتا ہے  
 منکشف کرنے والی راہ کا  
 خالق کائنات کی خوشنودی کی  
 ضروری ہوا کہ اطاعت  
 نذر عقیدت کرے  
 قدرت مطلقہ کے حضور میں  
 اور یہ کہ نامور شجاع باپ

حاصل کرے آخری قطرہ  
 خون کا  
 اپنے ستم رسیدہ لخت جگر کے  
 اور رنگین کرے  
 اُس سے اپنی ڈاڑھی کو  
 یوں غوطہ دیا جائے  
 معصوم خون میں اُس کے دل کو  
 پاک ہو جانے کے لئے  
 ذرہ برابر شک سے  
 تاکہ وہ حاضر ہو  
 عزت و احترام کے ساتھ  
 اپنے آقا کے حضور میں

— (۹۲) —

وہ حاضر ہو

اُس مقام میں  
 جہاں درست کردار  
 نیک نہاد خوش نصیب انسان  
 سر بسجود رہتے ہیں  
 خدائے پاک کی عظمت کے حضور میں  
 وہ ساتھ لے جائے وہاں  
 کربلا کے تمام شہیدوں کو  
 وہ فروکش ہوں گے  
 لذیذ پھلوں والے باغات میں  
 جن کو سینچا گیا ہے  
 فواروں کے پانی سے  
 اور سبز کناروں والے چشموں سے  
 جو زمزمہ خوانی کرتے ہیں  
 بلبلوں سے زیادہ

وہ حیات جاوید کے دن گزاریں گے  
 اُس عالم میں  
 آغوشِ رحمت میں  
 اپنے معبود کی  
 اپنے خالق کی  
 جو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے  
 وہ سنتے ہوں گے  
 گلاب کے پھولوں کے درمیان  
 گھنے پتوں کے سایہ میں  
 گو نختے ہوئے ابد تک  
 جادو بھر لفظ ”امن“

— (۹۳) —

شہر بانو، تیری دلیر ماں  
 مالک تھیں غیر معمولی جرات کی

جنہوں نے دے دیا تیرا ننھا ہاتھ  
 تیرے عالی رتبه پدر کے ہاتھ میں  
 تجھ کو پیش کرنے کے لئے  
 دشمنوں کے سامنے  
 اور اس لئے کہ راہ نکل آئے  
 تیرے لئے پانی کی  
 ایسا غم جس کے برابر کوئی غم نہ ہو  
 اُن کی آنکھوں کے سامنے نمایاں ہے  
 موت کا منظر ہزار بار  
 وہ دیکھ رہی ہیں اب بھی  
 ہزار بار  
 تیری آنکھوں کو  
 جو گڑ گئی ہیں بخار سے  
 تیرے خشک لب

ہزار بار  
 وہ سُن رہی ہیں  
 تیری ضعیف آواز  
 جو مردہ ہو چکی  
 اور بن گئی ہے ایک آتش  
 جس نے سلاگا ڈالا  
 تیرے سینے کو  
 دیکھ رہی ہیں  
 وہ تیرا چھوٹا سا بازو  
 کھلا ہوا  
 جو چمٹا ہوا ہے اُن کی کمر سے  
 وہ آنسو گراتی اور لڑتی ہیں  
 دیکھتی ہیں میدانِ جنگ کی طرف  
 بار بار



تو پیچھے پلٹ کر نہیں آیا

جہاں سے

— (۹۴) —

اپنے پدر کے خزانے میں

علی اصغرؑ معصوم!

تو ہی تو تھا ایک جوہر

سب سے زیادہ خوبیوں والا

سب سے زیادہ انمول موتی

جو انہوں نے تھامے رکھا

آخری لمحہ تک

پورا ہو چکنے تک

ساری قربانیوں کے

تو ہی تھا سب سے بلند تر تحفہ

جس کی شہادت سے

اُنہوں نے طلائی مہر لگائی  
 تمام محبوب قربانیوں پر  
 دینے کے لئے معبود کی سپردگی میں  
 کربلا کے ریگستانوں میں  
 ستر قربانیاں  
 اپنے پیاروں کی  
 دردناک شہادتیں  
 جو انہوں نے پیش کیں  
 اپنے مالک کی  
 عظمت و جلالت کے نام پر

— (۹۵) —

پیغامِ رحمت ہو  
 تیرے پدر کو علیٰ اصغرؑ!  
 جب نور نے تجھ کو مسرت بخشی

وہ لے چلے تیرا ننھا سا لاشہ  
 سب کی نظروں سے دُور  
 وہ نہیں چاہتے تھے  
 کہ تیری دُکھیاری ماں  
 اپنی جان نذر کر ڈالیں  
 مایوسی کی  
 تیرا گاڑھا خون بہتا دیکھ کر  
 تیرے جان لیوا زخم سے  
 اور سیکینہ تیری غم زدہ خواہر  
 انتہائی اندوہ والہ کی بتلا  
 کاٹ نہ ڈالے اپنی زلفیں  
 رکھ دینے کے لئے تیرے سینے پر  
 وہ سپردِ خاک کرنے چلے  
 تیرے جسم کو

جو زیادہ روشن تھا چاند سے  
 اور زیادہ پیارا تھا  
 قمری سے  
 مگر بنانے کے لئے ایک آرام گاہ  
 جو تیرے لائق ہو  
 انہوں نے ہاتھ میں لی  
 اپنی چمکتی تلوار  
 کیسے تقدس بھرے اخلاص و عقیدت سے  
 عزت و اقبال نے سلامی دی  
 تیری فتح مندی کو  
 کیسا دلکش آئینہ علام کی تاریخ میں  
 تیرے نسب اور تیرے کارنامے کا  
 کیسی بلند مرتبہ خواب گاہ  
 درست کی تیرے آرام کے لئے

برق صفت شمشیر نے  
 کیسے ہیرو کی  
 نام نکالے ہوئے  
 معرکوں میں  
 مشہور اور نامی تلوار  
 جو ترکہ میں ملی  
 تیرے شجاع پدر کو  
 کبھی نہ ہارنے والے بازوؤں سے  
 علیٰ جیسے سردار کو  
 جس کی شمشیر زنی  
 چھکے چھڑا دینے والی تھی  
 دشمن کے  
 تیرا دادا  
 اور خدا کا برگزیدہ

تین دفعہ

— (۹۶) —

کیا کہنا تیری نزاکت کا  
 جب تو ظاہر ہوا تھا دنیا میں  
 ایک بلبل خوشنوا  
 جو شکار ہو جائے  
 قبل اس کے کہ وہ ترانہ سنائے  
 کیا میں فدا نہ کر دوں  
 اپنی زندگی تیرے نام پر  
 جس کو دیر نہ ہوئی قربان ہو گیا  
 بے شک تیری موت نے  
 مقدس کر دی وہ راہ  
 جس پر میں چلنا چاہتا ہوں  
 بتلا دیا تیری شہادت نے

کہ وہ لوگ جن میں پھونک دی گئی ہے  
 روح وحدانیت کی  
 مغلوب نہ ہوں گے کسی شاہنشاہی سے  
 کسی غاصب کی طاقت سے  
 کہاں ہے یزید  
 اور اُس کی زبردست فوج  
 اُس کے ہزاروں سپاہی  
 تیر انداز پیادے اور سواری  
 خاک میں مل گئی  
 اُس کی ساری شان و شوکت  
 تاریکی نے ڈھانپ لیا ان کے ناموں کو  
 ہمیشہ کو بھلا دینے کے لئے  
 مگر تیرا حسین مکھڑا  
 ویسا ہی نظر آتا ہے

ہر سو ضیا پاشی کرتے ہوئے  
 اور میں اپنے کو جاتا ہوں  
 کہ میرا دل بھڑک رہا ہے  
 آتشِ محبت سے  
 گلاب کے پھول کی طرح  
 جس میں تیری خوشبو پیوست ہے  
 جو مہکتی آئی میری طرف

— ❁ (۹۷) ❁ —

صحیفہ قدرت کے اعلیٰ مصنف!  
 ایک اکیلی ہستی والے  
 کون سادہ تھا  
 کہ تیرے خدمت گزار بندے  
 ثابت نہ کرتے آئے ہوں  
 تیری کمزور مخلوق کے سامنے



تیرے ناگزیر وجود کو  
 سب کچھ اس پیاری دنیا میں  
 جو گونا گوں اثرات کے ماتحت  
 غیر منقطع طور پر تجدید ہوتا ہے  
 تازہ استہم کو گواہی دیتا ہے  
 تیرے دستِ قدرت کی  
 لامتناہی طاقت کی  
 قادرِ مطلق، عالم کے مالک  
 مگر کون سا ثبوت ہو سکتا ہے  
 زیادہ خوبصورت  
 اور بیک وقت زیادہ مستحکم  
 اُس سے جو تو نے ظاہر کیا  
 اس معصوم کو موت میں  
 جو شہادت پر فائز ہوا

اپنے خلوص کے نام پر  
 جب بے جان ہو کر آغوشِ پدر میں  
 بند کیں آنکھیں علیٰ اصغرؑ نے  
 دوبارہ کھولنے کے لئے  
 نور کی دنیا میں  
 تیرے پیاروں کی جنت  
 جب بوڑھا باپ  
 اپنے دردِ عالم میں  
 اپنی دعا پیش کر رہا ہے آسمان کو  
 بلند کئے ہوئے  
 آنسوؤں میں ڈوبی آنکھیں  
 دیکھ رہا تھا سردی چہرے کو

— (۹۸) —

تو ایک دفعہ پھر نمودار ہوگا

اپنے والد کے ہاتھوں پر

جب وہ حاضر ہو کر

معبود کے دربار میں

پکاریں گے ”کر بلا“

روشنی کے دن

جزا و سزا کے دن

جب سب کے سب پیش ہوں گے

آسمانی عدالت میں

جب سب مخلوق حاضر ہوگی

انصاف کے لئے

اپنے حقیقی باپ

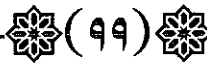
اپنے پالنے والے کے حضور میں

سب کے سب سر جھکائے

قدم ڈالتے ہوئے

اُس دن کہ جب کھلے ہوں گے  
 دروازے روشنی کے  
 اور کھلے ہوں گے پھول بہشت کے  
 اور شعلے مارتا ہوگا ہولناک دوزخ  
 اُس دن کے لئے  
 تیرے بزرگوار والد نے تجھ کو منتخب کیا  
 اپنی سب قربانیوں میں سے  
 نذر کرنے لئے معبود کے حضور میں  
 اپنے دل کا سارا خون  
 تاکہ تیرا نام پروان چڑھے  
 ادھر بھی اور آخرت میں بھی  
 اے وہ جس نے ہم کو ایک کر دیا  
 ابد تک کے لئے  
 اے وہ جس کے نورانی چہرے کی بدولت

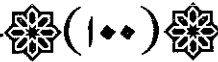
جگمگا اٹھا اُس کا سارا قبیلہ  
 معمور ہے اُس کا دل ہمیشہ  
 معبود کی محبت سے



گھرے ہوئے درد و بلا کے صحرا میں  
 کس طرح کاٹیں غم کی رات  
 سوائے تارے گننے کے  
 وہ داخل ہو جاتے ہیں  
 سب پردوں میں  
 زخمیوں اور ستم رسیدہ لوگوں  
 کی خاطر سے  
 یہ آسمانی قندیلیں ہیں  
 جو خالق حکیم نے  
 بلند کی ہیں اپنی حکمت سے

راتوں کو روشن کرنے کے لئے  
 ایک اُن میں سے  
 اچھا راستہ دکھلاتا ہے  
 دوسرا روشنی پھیلاتا ہے  
 جو زائل کرتا ہے  
 آخری شکست کو  
 خالق کائنات کے  
 لطف و کرم کے بارے میں  
 یہ شیر دل کھیت میں سونے والے  
 ستاروں کی طرح  
 مشعلیں ہیں اپنے خالق کی  
 جنہوں نے روشن کر دیا تجھ کو  
 اپنی قربانیوں سے  
 اے مقدرس کر بلا

درست کیا انہوں نے  
 ایک بہترین شاہکار  
 اپنے خون سے  
 جو لکھا گیا اللہ کے لئے  
 یہ تاروں بھری رات میں  
 اُن کے لاشے  
 درخشاں ہیں نورانیت سے



پامال شدہ خیموں میں  
 لوٹ مار کے عالم میں  
 حد کی مصیبت کے مارے  
 معصوم بچے  
 بھاگتے ہیں  
 اپنی ماؤں کی آغوش کی طرف

دردناک چوٹوں سے چور چور

بھاگتے ہیں ادھر سے ادھر

ادھر سے ادھر

آخر کار جب ظالم

پورا کر چکے اپنے غصے کو

اور زد و کوب ختم ہونے آئی

اور وہ اس لائق ہوئے

کہ جان سنبھالیں

اور بھر کے سانس لے سکیں

”فائدہ“

مگر کیسا کچھ دردناک

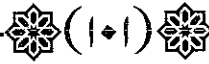
ساری رات کٹی

آنسوؤں میں

درد و الم میں گھلتے ہوئے



بے سدھ پڑے تھے  
 سب کے سب  
 نیند بغیر ہمت ہارے ہوئے  
 پاس ہی اُن کے انبار تھے  
 بے جان لاشے  
 اُن کے پیاروں کے



اے ماؤں!  
 اے جگر پاش پاش ماؤں!  
 کون تم میں سے خواہش کرتی ہوگی  
 اس لذیذ پانی کی  
 جبکہ تمہاری گود کے پالے  
 تمہارے لخت جگر  
 موت کا شکار ہوئے

چینتے پکارتے  
ظلم و ستم سہتے  
مصیبتیں جھیلتے

جن کی پیاس بجھانے میں نہ آئی

اُن کے آخر دم تک

کیسے تیری ماں

اے ننھے معصوم

پی سکے یہ پانی

وہ ماں

جس نے تیرا مکھڑا نہ دیکھا

دوبارہ

اُس بدنصیب لمحے کے بعد

کہ تیرے بزرگوار والد

اپنی عالی نفسی سے

تجھ کو لے گئے دشمن کی طرف  
تجھے پانی پلانے کے لئے

— ❁ (۱۰۲) ❁ —

مائیں اور اُن کے ننھے بچے  
ہولناک قتل و غارت کے بعد  
رہ گئے رحم و کرم پر

سگ صفت ظالموں کے

یکایک واپس آئی

عجیب کیفیت

ندامت، ننھے فرشتوں کے سامنے

جو آخری سائیس بھر رہے تھے

اور آخری رحم کھا کر خونخوار دشمنوں نے

پیش کیا معصوموں کے لبوں کو

پیش قیمت خزانہ

جس کی نگاہیں جو یاں تھیں  
 تازہ پانی، خالص پانی  
 ہر سو بہنے والا پانی  
 سب طرف سے دوڑ کر نڈھال بچوں نے  
 گھیرا ڈال لیا مشکیزوں کا  
 جس طرح زمین پھاڑتے ہوئے ہل کر نیچے  
 اور اُس کے تیز پھل کے چار طرف  
 پرندے جھپٹتے نظر آتے ہیں  
 اپنی غذا تلاش کرنے کے لئے  
 اے ہائے علی اصغر!  
 اے فطرت کے عجیب نمونے!  
 بھلا اس مایوسی کی بھی حد ہے  
 کہ تیری پیاری اور عاشق بہن سکیں  
 تجھے ہر طرف ڈھونڈتی پھرے

دیدار کی کامیابی کے بغیر  
 تیرے ننھے پیارے مکھڑے کی  
 غم میں ڈوبی سکیں  
 اپنا دل ٹھنڈا کر لیتی  
 اپنے آنسوؤں سے  
 اگر وہ تجھے بالکل کھو چکی ہوتی  
 اپنے یقین میں  
 یہ جانے بغیر  
 کہ کس نے تجھ کو ذبح کر ڈالا

— (۱۰۳) —

قیدی معصوم بچے  
 اور ان کی غمزدہ مائیں  
 زندہ باقی ہیں  
 برداشت کرنے کے لئے

بدترین مصائب و آلام  
 پایادہ چلنے کے لئے  
 پہرہ داران کو ہنکاتے ہوں  
 کر بلا سے کوفہ تک  
 پریشان چہرے غبار آلود  
 درد و الم کا قافلہ  
 پیش ہونے کے لئے  
 سنگ دل زیاد کے سامنے  
 بے رحم حاکم  
 کھنچے کھنچے پھرنے کے لئے  
 اپنے وطن سے کوسوں دور  
 بندھے ہوئے  
 رسیوں میں زنجیروں میں  
 یزید کے سامنے حضوری کے لئے

ستمگار بادشاہ  
 رحمت ہو تجھ پر  
 اے ننھے شہید  
 مبارک ہو تجھ کو  
 چین سے سونا  
 محفوظ ہے تو  
 غلامی کی زنجیروں سے  
 ایسے مقام میں  
 جو تیرے درجہ کے لائق ہے  
 عزت کے میدان میں  
 فتح مندی کے جھرمٹ میں  
 انعام غازی مجاہد کا

— (۱۰۴) —

ننھے معصومو!

میرے دل کی چاہ کے مرکز  
 تم اس طرح اپنی جانیں کھوتے ہو  
 بے رحم موت کے چنگل میں  
 لق و دق صحرا میں  
 روؤ! روؤ!  
 مگر چپکے چپکے  
 جان بحق ہو گیا  
 آقا ننھے معصوموں کا  
 دردناک مصائب سہتے ہوئے  
 ننگی زمین پر  
 وہ آشنا ہوا  
 خوفناک مظالم سے  
 کئی دن کئی رات  
 فریادِ درسی کے بغیر



ملعون دشمنوں کی طرف سے  
 اُس نے برداشت کیا  
 انتہا کا درد و الم  
 جبکہ اُس کا حلق  
 ایک بھٹی جیسا بنا ہوا تھا  
 جس نے ختم کر دیا  
 اُس کی آواز کو  
 اُس کو تکلیف نہ دو  
 اُس کی میٹھی نیند میں  
 گہرے سکون میں  
 جو اس کو لوریاں دے رہا ہے  
 اب کوئی تیر نہیں ہے  
 پیوست ہونے کے لئے  
 اُس کے بدن میں

وہ سو رہا ہے  
چین کی نیند غازیوں کی

— (۱۰۵) —

یہ کیسا ماتمی جلوس ہے  
پورا خاندان قید میں  
مائیں لڑکے اور لڑکیاں  
کوئی نہیں جو اُس کا وارث ہو  
اے عالی خاندان عورتو!  
اے اسیری کی بلا جھیلنے والیو!  
وحشی دشمنوں کے شکنجے میں  
سب کے لبوں پر مہر خاموشی  
اور آنسوؤں کا دھارا  
پلکوں سے جاری  
جاؤ! جاؤ!

جہاں تم کو لے جائیں  
 فاتح درندے انسانی شکل میں  
 لیکن برابر اُونٹوں کے اوپر سے  
 قاتلوں کے ہاتھوں میں  
 تم دیکھتی جانا  
 پیچھے مڑ مڑ کر  
 اُڑتے ہوئے رُغبار کو  
 دیکھتی چلی جانا  
 خون آغشته لاشے  
 اپنے پیاروں کے  
 جولا وارث پڑے ہیں  
 تپتی ریتی پر

— (۱۰۶) —

قیدی معصوم بچے

کھنچے کھنچے جاتے ہیں

شہر بہ شہر

راہوں میں بازاروں میں

سب کے چہرے زرد پڑے ہیں

یا سمین سے زیادہ

وہ سب کی طرف لے جاتے ہیں

ایک سبق فلاح و بہبود کا

اک مشن امن و امان

اور اتحاد کا

انسانیت اور ترحم کا

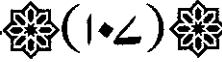
وہ جارہے ہیں

پیش ہونے کے لئے

ستم رسیدہ مصیبت کے مارے

بے رحم حاکم کے حضور میں

جس نے ان کو یہ سزا دی ہے  
 وہ جاتے ہیں  
 اپنے مصائب کا تحفہ لے کر  
 اپنے مشن کی تکمیل کے لئے  
 انصاف کا نقشہ پیش کرنے کے لئے  
 ظلم و جور کے خلاف  
 مجرموں کی طرح  
 جیلوں کی نگہبانی میں  
 جکڑے ہوئے زنجیروں میں  
 سپاہی ان کو لئے جاتے ہیں  
 کشاں کشاں  
 نئی نئی طرح  
 ستانے کے لئے



یہ سب سے اہم موقع ہے  
 اپنے سچے بنے تخت پر  
 خلیفہ تکبر و نخوت سے متمسکن  
 اشارہ کرتا ہے قیدیوں کو  
 کھڑے ہونے کا  
 خنجروں کے قریب جلا دلوں کے  
 احتجاج نہ کیا ذرہ بھر  
 مقدس معصوموں نے  
 سب کھڑے خاموش  
 اپنے بزرگوں کی شان دکھلاتے ہوئے  
 چیلنج کرتے ہوئے  
 اپنے ستم گاروں کو  
 اپنی پرسکون نظروں سے

زنجیر و رسن میں بندھے ہوئے  
 حلقوم تک بہیمانہ طوقوں میں  
 جنہوں نے ختم کر دیا تھا  
 اُن کی آواز کو  
 جس طرح ایک بھاری ہتھوڑا  
 ریزہ ریزہ کر ڈالے  
 اناج کی ایک بالی کو  
 سب کے سب چپ چاپ  
 اس خوف سے کہ اُن کا احتجاج  
 عتاب نہ نازل کرے قاتلوں کا  
 مگر وہ کیا کم تھے  
 اپنی معصومیت کے انداز میں  
 غیر فانی مبشر  
 عالمی امن و امان کے

جن کا اعلان بلند ہو کر  
 زمین کی انتہائی گہرائی سے  
 پہنچ رہا تھا افلاک کی چوٹی تک  
 اور جو دنیا کے ختم ہونے تک  
 گونجتا رہے گا  
 خالق کے حضور میں

— (۱۰۸) —

اے زخمی دل مادر  
 شہر بانو ملکہ قیدیوں کی  
 کتنے کچھ ہیں تیرے ساتھی  
 تیرا مقدس دکھ بٹانے کے لئے  
 اور تو اے نازک بہن سکینے  
 بد نصیبی میں کم نہیں کسی سے  
 کتنے کچھ آسو بھرے ہیں



تیری آنکھوں میں  
 اپنے گھرانے کے ساتھ  
 بہانے کے لئے مصیبت کے مارو  
 آفت کے گرفتارو!  
 بھول جاؤ اُمید کو  
 تم کو جینا ہے  
 زنجیر و رسن میں  
 مگر ایک دن تاکہ اور اضافہ ہو  
 رنج و الم میں  
 تم دوبارہ دیکھو گی  
 ماتمی صحرا کو  
 جہاں پر تم نے  
 اتنے دُکھ برداشت کئے تھے  
 بس تو اے ماؤں!

جن کی رونے کی حسرت  
 دل کی دل میں رہی  
 تیار کر لو اپنی لانی سسکیاں  
 تیار کر لو اپنے خالص آنسو  
 بہانے کے لئے اپنے عزیزوں پر  
 جن کو تم پڑا چھوڑ آئی ہو  
 لڑائی کے میدان میں  
 جو دائمی نیند سوتے ہیں  
 اپنی خواب گاہوں میں  
 آنسو بہاؤ  
 اُن کے مدفن کی گرم ریتی پر  
 آنسو بہاؤ  
 اُن کے سوختے دلوں پر  
 جن کی پیاس

کبھی نہ بھائی گئی

اس طرح تمہارے پیاس بھرے آنسو

محبت کا چھڑکاؤ کریں

مزاروں پر

اور اس کے بدلے

کہ تم اپنی نازک انگلیوں سے

جھولا جھلاتیں

ایک ننھے فرشتے کو

تم آنسو بہاؤ

اپنے ٹوٹے دل کو

قابو میں رکھتے ہوئے

آنسو بہاؤ

ایک چھوٹی سی قبر پر

جو تم پاؤ گی

غازیوں کی قبروں کے درمیان

— ❁ (۱۰۹) ❁ —

اے پیاری سکینہؑ

اے بے مثال خواہر

تو خاموشی کی نیند سوز رہی ہے

کیسے آرام سے

بغیر کسی شکایت

اور بغیر کسی فریاد کے

کیسی کچھ موہنے والی تھی

تیری جواں ہمت

جب تو چھوٹی تھی

اپنے پیارے بھائی سے

تو قیدی بنا کر پھرانی گئی

تو نے سب کچھ سہا

کیسی غیر مغلوب دلیری سے  
 طمانچے اور ناسزا کلمات  
 بز دل دشمنوں کے  
 اور درد بھرے زخم جو ظالموں نے تجھ کو لگائے  
 تجھ پر ادنیٰ ترس کھائے بغیر  
 تیرے کان خون بہاتے رہے  
 جب کہ بے دردی سے چھینے گئے  
 تیرے گوشوارے  
 یہ سب بلا کیوں تجھ پر گزری  
 اے نازک پروردہ کم سن لڑکی  
 اس لئے کہ تمام خاندان کا بزرگ  
 حسینؑ  
 سب بچوں میں  
 تیرا ہی عالی رتبه پدر ہے

جس نے کبھی نہ جانا

ہمت ہارنا

جھنڈے کا مالک

سردار شہیدوں کی فوج کا

— ❁ (۱۱۰) ❁ —

ننھی سکی نہ

کیسی دلیر اور کیسی دانا

تو حسرت پوری نہ کر سکی

اپنے دل کی

تو دوسری دفعہ نہ دیکھ پائی

ماتمی صحرا کو

جہاں فاتح کے غیظ و غضب کی بدولت

تیرے پیارے

جن کی شہادت سے چھا گئیں

ہر طرف تاریکیاں غم کی  
 دائمی نیند سوتے ہیں  
 خاموشی کی آغوشِ راحت میں  
 آہ! تیرا یہ طولانی سفر کیسا کٹھن  
 اور کیسا کچھ ناقابل برداشت تھا  
 جس کا تصور بھی

دردناک حد سے زیادہ  
 تو پیاری دختر حسینؑ کی  
 تیری یہ نوبت پہنچی  
 کہ تجھ کو اسیری کی تکلیف سہنا پڑی  
 آزادی کا دن دیکھے بغیر  
 قید میں رہی دمشق میں  
 بے رحم دار الخلافہ  
 ظالم مغرور کا

اور ایک آخری دفعہ  
 جب وقت مقرر آ پہنچا اجل کا  
 تو نے اپنی خوبصورت آنکھیں موڑیں  
 دور دراز زمین کی طرف  
 شہیدوں کی  
 پھر ایک مسکراہٹ سے  
 اپنے زرد چہرے کی  
 ایک آخری نگاہ کرتے ہوئے  
 آسمان کی طرف  
 توجان بحق ہو گئی  
 ایک حرف کہے بغیر  
 اس طرح تیری موت  
 زنجیور سن میں  
 ہزاروں کوس اپنے وطن سے



عالم کو گواہی دیتی رہے گی  
 اس بدترین ظلم و جور کی  
 جو تیرے ساتھ روا رکھا گیا  
 گواہی دے گی قید خانہ کی  
 غلامی کی زنجیروں کی  
 اور تمام اُن مصائب و آلام کی  
 جو برداشت کئے تیرے کنبے نے



کتنا اندوہ و غم  
 چھایا ہوا ہے آج تک  
 یادگار ان مصائب و آلام کی  
 جن کو دنیا ہمیشہ دہراتی ہے  
 قابور کھے بغیر اپنے آنسوؤں پر  
 بسا اوقات

میں خیال میں کھو جاتا ہوں  
 جب میں سوچتا ہوں  
 اس بھیا نک جرم کو  
 کتنی جانیں قربان ہو گئیں  
 کتنے پھول کلا گئے  
 فقط اک جفا کار کی غلط کاری کی وجہ سے  
 اے آسمان!  
 کیا تو رضا مند ہو گیا  
 اس عظیم قربانی کے لئے  
 کہ علیؑ اصغرؑ بلند رتبہ معصوم  
 سب سے زیادہ نازک نظر آئے  
 شہیدوں میں  
 اور اُس کی ننھی بہن سیکینہؑ  
 اس قدر نیک نہاد

کہ پرندہ پانی پئے اُس کے چلو میں  
 مرجائے اسیری میں  
 مصائب سہتے ہوئے  
 بستہ زنجیر و رسن میں  
 انسانیت سے کتنا بعید  
 کتنی لمبی ہے

انتظار کی مدت اے آقا!  
 تیرے انصاف کے لئے  
 لیکن تیرا انصاف درخشنده ہے  
 تو لئے بغیر نہیں چھوڑے گا  
 انتقام ہمارے دکھوں کا

— (۱۱۲) —

دوڑو! دوڑو! اکٹھے ہو جاؤ!  
 سب اقوام کے بچو!

سب کے سب مل کر  
 ایک جتھہ ہو جائیں  
 سب مل کر ایک مطمع نظر بنائیں  
 آؤ مل کر آواز لگائیں  
 مٹ جائے دکھ درد دنیا سے  
 اُن آوازوں کی بدولت  
 جو ہم بلند کریں  
 اے ماؤں!  
 اکٹھی ہو جاؤ تم بھی  
 اور بڑھاؤ ہمت اپنے بچوں کی  
 اور لگاؤ تم بھی آواز  
 ہماری آواز کے ساتھ  
 پورے جوش و خروش سے  
 آؤ اعلان کریں غم و غصہ کا

ظالموں کے ظلم کے خلاف  
 حمایت میں انصاف کی  
 اتحاد اور یگانگت کی  
 گونج اُٹھے دنیا  
 ہمارے احتجاج سے  
 بھر جائے سارا عالم  
 ہماری فاتحانہ اپیل سے  
 بر لائے ہماری مراد  
 خالق ابدی و سرمدی  
 روشن و منور ہو جائے  
 ساری دنیا  
 اور آئے ایک روز ایسا  
 کہ نجس جو رو ستم  
 باز آ جائے

اُفق کو تیرہ وتار کرنے سے  
 اور بالآخر بنیاد رکھی جائے  
 اتحاد و یگانگت کی  
 نورانیت اور دانشمندی پر  
 کیونکہ ہم تو پہلے ہی سے  
 صلح کے چاہنے والے رہے ہیں  
 اُس وقت سے  
 کہ جب ہم اپنے گہواروں میں  
 لیٹے ہوئے تھے کپڑوں میں  
 اُس وقت سے کہ جب سے ہم نے جانا  
 کہ پانی سمندروں کے  
 دریاؤں کے اور چشموں کے  
 بنے ہیں اُن خونوں سے  
 کہ جو بہائے گئے

اور ان آنسوؤں سے  
 جو جاری ہوئے رخساروں پر  
 ہمیشہ درخشاں رہے  
 نام تیرا اے مولاً!  
 ہماری پیشانیوں پر  
 اور تیری برگزیدہ ہستیوں کے نام  
 جنہوں نے طے کیں  
 راہیں مصیبتوں کی  
 حاصل کرنے کے لئے  
 انصاف کے سنہری زمانے کو  
 چمکتے ہیں  
 مستقبل کے دروازے پر  
 جن کی جگمگاہٹ میں  
 فرق نہ آئے کبھی بھی

کر بلا!

غیر فانی ہے فیروز مندی تیری

تو ہی ہے جس سے

نئی صبح صادق برآمد ہوئی

جو ہم سے وعدہ کرتی ہے

اُن درخشندہ ایام کا

جن کی شعاع

ابد کو منور کرنے والی ہے

جن میں دور دورہ ہوگا

محبت و اخوت کا

اور ہر سو چرچا ہوگا

عدل و انصاف

اور امن و امان کا





علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی کی معرکتہ الآراء تصنیف

# شہزادہ قاسم کی مہندی

شائع ہو گئی ہے

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی کی معرکتہ الآراء تصنیف

# شہزادہ علی اصغر علیہ السلام

شائع ہوگئی ہے